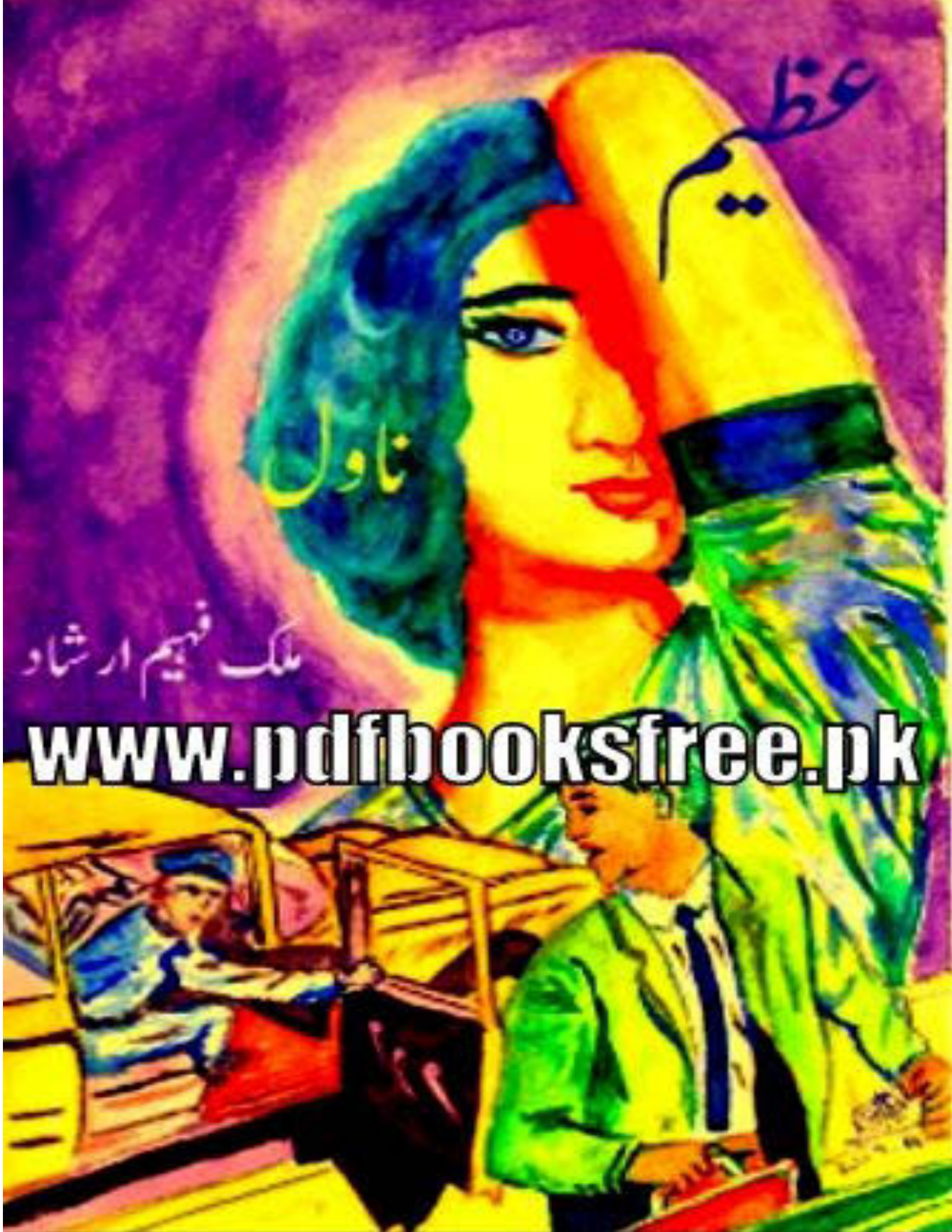
عظیم
ناول
ملک فہیم ارشاد
www.pdfbooksfree.pk

FAHIM -IRSHAD

AZEEM + AZEEM

عظیم

ملک فہیم ارشاد۔ ڈجکوٹ فیصل آباد

"خخ..... خون....." رحیم کے منہ سے نکلا اس نے گلاس میں پڑے خون پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور لڑکی کے چہرے پر گلاس میں موجود خون کو پھینک دیا، لڑکی کو رحیم سے یہ توقع نہ تھی۔ اس نے چیختے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ تھام لیا۔

ایک عظیم ہستی کی بے شمار کرامتوں اور بدی کی طاقتوں کے درمیان ازلی دشمنی کی داستان

ایک جدید ماڈل کی کار زبردست انداز میں درخت کے ساتھ جا ٹکرائی، کار کا کافی حد تک اگلا حصہ بیکار ہوگیا۔ کار میں سے ایک نوجوان لڑکا باہر نکلا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور جھول رہا تھا۔ اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پیچھے مڑ کر دیکھا اور پھر اس نے ایک طرف بھاگنا شروع کردیا۔ گاڑی کے بری طرح ٹکرانے کے باوجود لڑکے کے جسم پر معمولی سی چوٹ بھی نہیں آئی تھی۔ وہ بھاگتا جارہا تھا اور بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ بھی رہا تھا شاید وہ کسی سے ڈر کر بھاگ رہا تھا۔ وہ ایک کچی بستی میں داخل ہوگیا اب وہ چھپنے کے لئے کوئی جگہ ڈھونڈ رہا تھا۔

اچانک اس کی نظر ایک جھونپڑی پر پڑی جس کے باہر ٹاٹ کا پردہ لٹک رہا تھا۔ نوجوان تیزی سے اس جھونپڑی کی طرف بڑھا اور پردہ ہٹا کر جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔

اس لڑکے نے دیکھا سامنے ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کے چہرے پر نور برس رہا تھا اس بوڑھے کی لمبی سی داڑھی تھی، جس میں کالے اور سفید دونوں بال شامل تھے۔ سر کے بال بھی کافی لمبے تھے جو سر کے پیچھے کندھے پر پڑے ہوئے تھے۔ بوڑھے کے جسم پر سبز رنگ کا لباس تھا اور وہ آنکھیں بند کئے اونچی آواز میں "اللہ ہو اللہ ہو" کررہا تھا۔ کمرے میں بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ایک کونے میں لکڑی کے اسٹینڈ پر ایک گھڑا رکھا تھا جس کے ڈھکن پر مٹی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ پوری جھونپڑی میں بڑی سی ایک چٹائی بچھی تھی۔

"بب..... بابا..... جی..... مم..... مم..... میرے پیچھے پولیس لگی ہے..... کک..... کک..... کیا آپ مجھے چھپنے کے لئے جگہ دے سکتے ہیں۔" وہ لڑکا ہکلاتے ہوئے بولا۔ ریوالور اس نے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا تھا۔ اس بوڑھے نے لڑکے کو کوئی جواب نہ دیا بلکہ "اللہ ہو اللہ ہو" کرتا رہا۔

بوڑھے کی طرف سے کوئی جواب نہ پاکر وہ دوبارہ گویا ہوا۔ "دد..... دیکھئے بابا جی..... پپ..... پپ..... پلیز..... مم..... میری Help کریں..... بس آپ کچھ دیر کے لئے مجھے کہیں چھپا دیں..... پولیس کے جانے کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔" وہ نوجوان لڑکا منت بھرے لہجے میں بولا۔ لیکن اس دفعہ بھی بوڑھے کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا وہ بس آنکھیں بند کئے۔ "اللہ ہو اللہ ہو" کرتا رہا۔

بوڑھے کی طرف سے اس دفعہ بھی کوئی جواب نہ پاکر وہ لاچاری کے عالم میں بوڑھے کی طرف دیکھنے لگا۔ بھاگنے کی وجہ سے اس کا گلا خشک ہوچکا تھا اور اب حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے، وہ ایک طرف پڑے گھڑے کی طرف بڑھا۔ گھڑے کے پاس پہنچ کر، ڈھیلے ڈھالے انداز میں گھڑے کے ڈھکن پر پڑا ہوا پیالہ اس نے اٹھالیا اور گھڑے کا ڈھکن ہٹا کر اس میں سے پانی پیالے میں انڈیلنے لگا۔ پیالہ بھرنے کے بعد وہ ایک ہی سانس میں غٹا غٹ سارا پانی پی گیا۔ پھر اس نے دوسرا پیالہ بھرا اور وہ بھی ایک ہی سانس

میں غٹا غٹ پی گیا، اس نے پیالہ رکھا اور اٹھ کر سیدھا کھڑا ہوا، اس نے بیرونی دروازے پر لگا پردہ تھوڑا سا ہٹایا اور باہر جھانکا باہر مکمل طور پر سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ اس نے اطمینان بھرا سانس کھینچا اور گردن دوبارہ اندر کرلی لیکن وہ جانتا تھا کہ پولیس یہاں کسی بھی وقت آسکتی ہے۔ اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور بوڑھے پر ایک نفرت انگیز نظر ڈالی جو اس سے بے نیاز "اللہ ہو، اللہ ہو" کا ورد کررہا تھا۔

بوڑھے کا چہرہ جلال کی وجہ سے سرخ ہورہا تھا۔

"اے بڈھے میں تجھ سے کیا کسی اور زبان میں بات کررہا ہوں جو تو میری بات کو سمجھ نہیں پارہا ہے۔" وہ ریوالور کا رخ بوڑھے کی طرف کرتے ہوئے بولا لیکن بوڑھے پر پھر بھی کچھ اثر نہ ہوا اور "اللہ ہو، اللہ ہو" کا ورد اس کے منہ سے جاری رہا۔ "یہ کیا تو نے اللہ ہو..... اللہ ہو لگا رکھا ہے تیرے بھیجے میں نہیں پڑ رہا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔" نوجوان جب یہ بولا تو اسی وقت کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی اور بوڑھے کے ہونٹ ہلنا بند ہوگئے وہ لڑکا مسکرایا کہ چلو کسی بات کا تو بوڑھے پر اثر ہوا۔ بوڑھے نے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ تھیں جن میں بظاہر شعلے تھے بوڑھے نے اپنی آنکھوں کا دائرہ اس لڑکے کی طرف گھمایا اتنی سرخ آنکھیں دیکھ کر لڑکے کا جسم تھرا اٹھا اور جسم میں سنسنی کی تیز لہر دوڑ گئی۔

اچانک بوڑھے نے تیزی سے آنکھیں بند کرکے اسی تیزی سے کھولیں تو لڑکے نے ایک زوردار چیخ ماری کیونکہ اس کے کپڑوں میں یکدم آگ بھڑک اٹھی تھی۔ لڑکا چیختے ہوئے پانی کے گھڑے کی طرف بڑھا کیونکہ آگ تیزی سے اس کے کپڑوں کو پکڑ رہی تھی۔ لڑکے نے پانی کا گھڑا اٹھایا اور اپنے جسم کے اوپر انڈیل لیا پر یہ کیا؟ دوسرا لمحہ حیران کن تھا۔

آگ بجھنے کے بجائے مزید بھڑک اٹھی لڑکا چیختا چلاتا جھونپڑی سے باہر نکل گیا اور حیرانگی کی بات یہ بھی تھی کہ جھونپڑی کے کسی بھی حصے کو آگ نے نہیں پکڑا تھا اگر کوئی اور مکان ہوتا تو اس وقت تک کافی حد تک جل چکا ہوتا۔ بوڑھے نے دوبارہ آنکھیں بند کیں اور منہ میں پھر کچھ پڑھنے لگا۔ کافی دیر بعد جھونپڑی کے بیرونی حصے پر لگا پردہ ہٹا اور دو کانسٹیبل اندر داخل ہوئے جنہوں نے ہاتھ میں بڑے بڑے ڈنڈے پکڑے ہوئے تھے ان کی آہٹ سن کر بوڑھے نے آنکھیں کھولیں اور ہونٹ ہلانے بند کردیئے۔

"اے بڈھے..... اس لڑکے کو تو نے آگ لگائی ہے۔" ان میں سے ایک نے بیرونی حصے کی طرف اشارہ کیا لیکن بوڑھا خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا.....

"اے ایسے دیدے پھاڑ پھاڑ کر ہمیں کیا دیکھ رہا ہے کیا تو نے اس نوجوان کو آگ میں جھلسایا ہے۔" وہ گرجتے ہوئے بولا۔ لیکن اس دفعہ بھی کوئی استفادہ حاصل نہ ہوا۔ "لگتا ہے کانوں سے بہرہ ہے۔" دوسرے کانسٹیبل نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لگتا تو مجھے بھی یہی ہے۔" پہلے نے اس کی تائید میں سر ہلایا۔ "اے بڈھے کیا تجھے سمجھ نہیں آرہی۔"

"ابے یہ تو کچھ بول ہی نہیں رہا....." پہلا کانسٹیبل تھکے تھکے لہجے میں بولا۔ "پہلے تو اس حرام زادے نے ہمیں بھگا بھگا کر ادھ موا کردیا اور اب یہ بڈھا....." دوسرا کانسٹیبل غصے سے گرجا۔ "لگتا ہے اسے حوالات کی ہوا کھانے کا کچھ زیادہ ہی شوق ہے....."

"ہاں یہ وہیں چل کر ڈنڈے کے آگے سب فر فر بولے گا۔" پہلے کانسٹیبل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "چل تو پھر اسے سرکاری مہمان خانے تک لے چلتے ہیں۔" اب دونوں نے بوڑھے کی طرف دیکھا جواب دوبارہ آنکھیں بند کئے منہ میں کچھ پڑھنے لگا تھا۔

☆.....☆.....☆

"شیلا تم میری بات کیوں نہیں مان رہی۔" لڑکے نے اپنے پاس بیٹھی لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیسے مان لوں پرکاش تم بات ہی ایسی کہہ رہے ہو جو میں نہیں مان سکتی۔" شیلا نے کہا۔

"ہمارے پاس اس کے علاوہ اس بات کا کوئی اور اپائے نہیں ہے۔ پرکاش نے کہا۔

"لیکن یہ..... یہ اپائے تو نہیں ہے نا۔" شیلا نے پرکاش کی طرف دیکھا۔

"اچھا تو پھر تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں۔" پرکاش تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تم ایک مرتبہ پھر اپنے ماتا پتا کو میرے ماتا پتا کے پاس بھیج دو۔" شیلا نے رائے دی۔

"ایک مرتبہ پہلے بھیج تو چکا ہوں لیکن تمہارے پتا نے بہت ذلیل کیا، اب دوبارہ بھیج کر میں انہیں پھر ذلیل کرانا نہیں چاہتا۔" پرکاش دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں پرکاش لیکن جو تم کہہ رہے ہو وہ اس کا اپائے نہیں ہے۔" شیلا ندامت بھرے لہجے میں بولی۔

"تو پھر کیا کیا جائے تمہی مجھے کوئی اپائے بتادو۔" پرکاش نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"اس کا اپائے تو یہی ہے تم کچھ دن صبر کرو۔ میں اپنے ماتا پتا کو منالوں گی۔" شیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور مجھے یقین ہے کہ وہ مان جائیں گے۔"

"مان جائیں گے۔" پرکاش نے غصے سے لفظ دہرایا۔ "وہ تمہاری شادی مجھ جیسے اچھوت سے کسی حال میں نہیں کریں گے۔"

"لیکن میں تو تمہیں اچھوت نہیں مانتی، میری نظروں میں تو تم کسی راجہ، مہاراجہ سے کم نہیں ہو۔" شیلا نے کہا تو پرکاش مسکرادیا۔

"شیلا تم نہیں سمجھتی اب تم جوان ہو اور جوان لڑکی ماتا پتا کے کاندھوں پر ایک بوجھ ہوتی ہے جسے ماتا پتا جلد سے جلد اپنے کاندھوں سے اتارنا چاہتے ہیں تمہارے ماتا پتا بھی اب تمہارے لئے لڑکا ڈھونڈ رہے ہوں گے جیسے ہی انہیں کوئی اچھا لڑکا ملا وہ تمہاری شادی اس سے کردیں گے اور میں..... میں صرف تمہاری پرچھائیوں کے پیچھے بھاگتا رہ جاؤں گا۔" پرکاش لاچار لہجے میں بولا۔

"لیکن پرکاش اگر ہم گھر سے بھاگے تو میرے ماتا پتا کا مان سمان مٹی میں مل جائے گا، گاؤں والے سب ان کا جینا حرام کردیں گے۔" شیلا پریشان لہجے میں بولی۔

"کچھ نہیں ہوگا شیلا، ہم تین چار دن دوسرے گاؤں میں رہیں گے اور پھر واپس آجائیں گے، تب تمہارے ماتا پتا ہمارا بیاہ قبول کرلیں گے۔" پرکاش نے شیلا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں پرکاش میں یہ نہیں کرسکتی، میرے ماتا پتا نے میری پرورش بہت اچھے طریقے سے کی ہے۔ انہوں نے میری ہر خواہش پوری کی ہے انہیں مجھ پر بھروسا ہے اور میں ان کے بھروسے کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتی۔" شیلا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"شیلا..... شیلا..... میری جان میں کون سا ان کے بھروسے کو ٹھیس پہنچانا چاہتا ہوں..... لیکن اب کیا کریں اگر ہم گھر سے نہ بھاگے تو پھر تمہارا پتا تمہاری شادی کسی اور سے کردے گا..... اور سن لو اگر تمہاری شادی کسی اور سے ہوئی تو میں آتما ہتھیا کرلوں گا۔" پرکاش جوش کے عالم میں بولا۔

"بھگوان نہ کرے۔" شیلا اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "تو پھر بس تم ہاں کہہ دو شیلا..... میں اچھوت ہی سہی لیکن تمہاری ہر اچھا پوری کروں گا، بس تم ہاں کردو۔" پرکاش منت بھرے لہجے میں اس کے ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔

"یہ..... یہ تم کیا کہہ رہے ہو پرکاش۔" شیلا پریشان لہجے میں بولی۔

"پلیز شیلا جیسا تم سوچ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہوگا ہم دو تین دن بعد تو واپس آجائیں گے۔" پرکاش نے زور دیتے ہوئے اس کے نرم نرم ہاتھوں کو دبایا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں سوچوں گی اور تمہیں شام ہونے سے پہلے پہلے اس کا جواب دوں گی۔" شیلا نے کہا۔

"تھینکس شیلا..... اور تمہارا جواب ہاں میں ہی ہونا چاہئے۔" پرکاش نے کہا تو شیلا نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔" شیلا اٹھتے ہوئے بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے..... پر جلدی بتانا مجھے۔" پرکاش نے کہا تو شیلا اثبات میں سر ہلا کر ایک طرف بڑھ گئی۔

پرکاش اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا پھر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک سانولے رنگ کا لڑکا اسی کی طرف چلا آرہا تھا۔ پرکاش ایک خوبرو لڑکا تھا لیکن وہ آوارہ تھا، وہ غریب ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا جبکہ شیلا کا باپ ایک زمیندار تھا اور اس کو پرکاش کے چال چلن کا پتہ تھا اسی لئے اس نے رشتے سے صاف انکار کردیا تھا۔ شیلا اس سے بے حد محبت کرتی تھی۔

آنے والا لڑکا کنال تھا۔ پرکاش کو بگاڑنے میں اسی کا ہاتھ تھا۔ پرکاش تو اب بگڑنے کی حد بھی پار کرچکا تھا۔ یعنی ایسی دلدل میں دھنس گیا تھا جس سے نکلنا ناممکن تھا۔

"تو کیا بنا۔" قریب آنے پر کنال نے پوچھا۔

"کام ہوجائے گا۔" پرکاش نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ ہوئی نا بات..... تو اسے بھگا کر دوسرے گاؤں میں موجود ہمارے مکان میں لے آ پھر دیکھ تیرے ماتا پتا کے ایمان کا بدلہ بھی اتر جائے گا اور ہم دونوں کا دل بھی بہل جائے گا۔" کنال نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"ہاں یار یہ تو ہے۔" پرکاش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر شام کو آئے گی ناں، تیرے ساتھ۔" کنال نے پوچھا۔

"ہاں..... کہانی تو میں نے اسے اچھی فٹ کی ہے، اب دیکھو۔" پرکاش نے کہا۔

"تو ایک بار پھر اس کے چھوٹے بھائی کے ذریعے اس تک خبر بھجوادو۔ وہ آجائے گی۔" کنال نے کہا۔

"ٹھیک ہے....." پرکاش نے کہا تو کنال مسکرادیا۔

☆.....☆.....☆

تھانے کے باہر ایک ہجوم تھا۔ لوگ پولیس کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ "یہ باہر اتنے لوگ کیوں جمع ہیں۔" انسپکٹر راکیش نے کانسٹیبل سے پوچھا۔ "سر کرموا ور راموکسی بوڑھے آدمی کو پکڑ کر لائے ہیں ساتھ والے گاؤں سے..... کہہ رہے تھے کہ اس بوڑھے نے مشہور مجرم کو آگ لگادی تھی۔" کانسٹیبل نے کہا تو انسپکٹر راکیش بے اختیار مسکرادیا۔

"جس کا نام کالیا ہے..... اور اس بوڑھے نے کالیا کو کیوں آگ لگائی؟" انسپکٹر راکیش نے پوچھا۔

"یہ تو پتہ نہیں سر اس سے پوچھنے کی کافی کوشش کی پر وہ کچھ بتاتا ہی نہیں بس "اللہ ہو، اللہ ہو" کرتا رہتا ہے۔" کانسٹیبل نے بتایا۔ "اوہ....." انسپکٹر راکیش تیزی سے اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "کیا ہوا سر....." کانسٹیبل حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

"مم..... مم..... مجھے ان کے پاس لے چلو....." انسپکٹر راکیش تیز لہجے میں بولا۔ کانسٹیبل، انسپکٹر راکیش کو حوالات کے پاس لے آیا۔

وہاں نورانی چہرے والے بزرگ آنکھیں بند کئے "اللہ ہو، اللہ ہو" کا ورد کر رہے تھے۔ "ارے بیوقوف حوالات کا دروازہ جلدی کھول۔" انسپکٹر یکدم بھڑک اٹھا۔

"جج..... جی..... اچھا..... سس..... سس سر....." کانسٹیبل گھبرا کر تیزی سے چابیوں کے بورڈ کی طرف بڑھا اور چابی لا کر فوراً حوالات کا دروازہ کھولا، نورانی چہرے والے بزرگ ابھی بھی ورد کر رہے تھے۔ انسپکٹر نے انگلی کے اشارے سے کانسٹیبل کو چپ رہنے کا اشارہ کیا اور بزرگ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا چند منٹ بعد بزرگ نے آنکھیں کھولیں۔

"نمستے بابا جی۔" انسپکٹر نے بابا جی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "چلئے بابا جی گھر چلتے ہیں۔" انسپکٹر نے بابا جی کا ہاتھ پکڑ کر کہا اور بابا جی اٹھ کھڑے ہوئے کانسٹیبل حیرانگی سے انسپکٹر راکیش کی طرف دیکھ رہا تھا، ایک طرف کھڑے کرموا ور راموکا بھی حیرت سے برا حال تھا۔ انسپکٹر راکیش نے بابا جی کو کرسی پر بٹھایا۔ "بابا جی کیا کھائیں گے آپ۔" انسپکٹر بابا جی کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے ان کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

"یہ تو میرے سامنے بیٹھا کیسے ہے؟؟" بابا جی کے لہجے میں سختی تھی۔ "میں اتنا بڑا نہیں ہوں کہ میں اونچا بیٹھوں اور تجھے زمین پر بٹھاؤں؟ اللہ کی نظر میں سب برابر ہیں کوئی اونچا یا نیچا نہیں ہے، صرف انسان کا عمل اونچا نیچا کرتا ہے۔"

"معاف کیجئے گا بابا جی۔" انسپکٹر راکیش نے کہا اور ایک کرسی گھسیٹ کر بزرگ کے سامنے بیٹھ گیا۔

"اب میں گھر جانا چاہتا ہوں، میں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونا چاہتا ہوں۔" بابا جی نے کہا۔

"جی اچھا۔" انسپکٹر نے کہا اور کانسٹیبل کی طرف مڑا۔ "بابا جی کو گھر تک چھوڑ کر آؤ میری گاڑی میں اور خیال رہے بابا جی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔"

کانسٹیبل نے ہاتھ پکڑ کر بابا جی کا انسپکٹر راکیش کی طرف دیکھا اور باہر نکل گیا باہر موجود لوگ تیزی سے آگے بڑھے اور بابا جی سے ہاتھ ملانے لگے۔ بابا جی شفقت بھرے انداز میں لوگوں سے ہاتھ ملانے لگے۔ بابا جی کے جانے کے بعد لوگوں کا ہجوم تھانے کے باہر سے کم ہونے لگا۔ اسی وقت تھانے کے باہر ایک بڑی گاڑی آ کر رکی، اگلے حصے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان لڑکا باہر نکلا جو اسلحے سے لیس تھا، وہ تیزی سے پچھلے حصے کی طرف بڑھا اور اس

نے پچھلا دروازہ کھولا تو گاڑی میں سے ایک باوقار درمیانی عمر کا آدمی نکلا جس نے سفید رنگ کا کرتا پاجامہ پہنا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں پر گہرے کالے رنگ کا چشمہ تھا۔ وہ تیزی سے تھانے کی طرف بڑھا۔ "نمستے! انسپکٹر صاحب....." وہ آدمی انسپکٹر راکیش کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ "نمستے! ٹھاکر صاحب....." انسپکٹر راکیش نے مسکراتے ہوئے ہاتھ جوڑے۔ "بیٹھئے ٹھاکر صاحب!"

ٹھاکر مسکرایا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ "اور سنایئے ٹھاکر صاحب آپ کی کیا سیوا کی جائے۔" انسپکٹر راکیش نے پوچھا۔

"او بس جی بھگوان آپ کا بھلا کرے..... ایک چھوٹی سی فرمائش لے کر آیا ہوں۔" ٹھاکر نے کہا۔ "جی جی فرمایئے۔" انسپکٹر راکیش نے پوچھا۔

"او جی ہمارے گاؤں کے بابا جی ہیں جنہیں آپ کے تھانے کے بندے بلاوجہ اٹھا لائے ہیں! وہاں گاؤں میں ہنگامہ کھڑا ہوا ہے بڑی زیادتی کی ہے جی آپ کے بندوں نے۔" ٹھاکر منہ بناتے ہوئے بولا۔

"ٹھاکر صاحب بندے دراصل نئے آئے ہیں انہیں بابا جی کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا، میں نے انہیں ابھی اپنی گاڑی میں گاؤں روانہ کر دیا ہے۔" انسپکٹر راکیش نے کہا۔

"بڑی مہربانی آپ کی۔" ٹھاکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا ٹھاکر کے جانے کے بعد انسپکٹر نے کرموا ور راموکو اپنے کمرے میں بلایا۔

"تم دونوں بیوقوف ہو کس نے تم سے کہا تھا کہ بابا جی کو حوالات میں ڈال دو اگر وہ غصے میں آ گئے ہوتے تو تمہیں پتہ ہے تم کس مصیبت میں پھنس جاتے۔" انسپکٹر دونوں پر برستے ہوئے بولا۔

"وہ..... وہ..... جی ہم دونوں تو نئے آئے ہیں اس لئے ہمیں بابا جی کے متعلق کچھ پتہ نہیں تھا۔" کرموگھبراتے ہوئے بولا۔ "پتہ نہیں تھا جاؤ اب باہر....." انسپکٹر غصے سے بولا اور دونوں تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئے۔

☆.....☆.....☆

"ہر ایک کی زندگی میں ماضی ہوتا ہے کچھ لوگوں کا ماضی اچھا ہوتا ہے جو خوشگوار یادیں بن کر ہمیشہ یاد رہتا ہے اور کبھی نہیں بھولتا اور کچھ لوگوں کا ماضی انتہائی برا گزرتا ہے جو اچھے وقتوں میں بھول جاتا ہے لیکن اس کی ہلکی سی جھلک انسان کو ضرور یاد رہ جاتی ہے ایسا ہی کچھ ماضی بابا جی کا بھی تھا.....

وہ ایک اجرتی کلر ہوا کرتے تھے کسی کو مارنا، ختم کرنا ان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا، جرائم پیشہ سبھی لوگ انہیں جانتے تھے اگر جرائم پیشہ لوگوں کے کام میں کوئی خلل ڈال رہا ہوتا تو وہ انہی سے رابطہ کرتے تھے اور وہ ایک دن میں ہی اس بندے کا کام تمام کر دیتے تھے اس وقت ان کا نام جگدیش ہوا کرتا تھا ان کی بیوی اور ایک بچہ بھی تھا جن سے یہ بیحد محبت کرتے تھے۔ بابا جی کی بیوی اور بچے کو بالکل بھی پتہ نہیں تھا کہ اتنا اچھا اور پیار کرنے والا انسان حقیقت میں کس قدر ظالم، جابر اور سفاک انسان ہے۔

ایک روز وہ گھر میں بیوی بچے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی..... ٹرن..... ٹرن.....

ان کی بیوی اٹھی اور ٹیلی فون کی طرف بڑھی۔

"ہیلو..... جی نمستے۔" ان کی بیوی نے کہا۔ "آپ کا فون ہے جی....."

"میرا..... اچھا۔" انہوں نے کھانا چھوڑا اور کرسی سے اٹھ کر فون کی طرف بڑھے ان کی بیوی اب کھانے میں مصروف ہو چکی تھی۔

"ہیلو..... جگدیش بول رہا ہوں۔" انہوں نے فون کا ریسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"نمستے جگدیش صاحب۔" دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ "نمستے..... کون صاحب بول رہے ہیں۔" انہوں نے آواز پہچاننے کی کوشش کی۔

"میں....." دوسری طرف سے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ "جگدیش صاحب آپ سے ایک چھوٹا سا کام ہے۔"

"کیسا کام؟" انہوں نے حیرانگی سے پوچھا۔

"جیسا کام آپ کرتے ہیں۔" دوسری طرف سے پھر ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"مم..... میں..... کیسا کام کرتا ہوں۔" انہوں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کسی کی ہتھیا کرنی ہے اور معاوضہ بھی آپ کو دس لاکھ روپے ملے گا۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"دس لاکھ روپے۔" انہوں نے حیرانگی سے زیرلفظ دہرایا۔

"ہاں دس لاکھ۔" دوسری طرف سے زور دیتے ہوئے کہا گیا۔

"کس کی ہتھیا کرنی ہے۔" انہوں نے اپنی بیوی اور بچے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جوان سے بے نیاز کھانے میں مصروف تھے۔

"تم آج شام مجھے ریکس (Rex) ہوٹل میں ملو باقی باتیں وہیں ہوں گی۔" اتنا کہہ کر دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا تو انہوں نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

☆.....☆.....☆

"بابا جی اتریئے آپ کا گھر آ گیا۔" بابا جی کے کانوں میں کانسٹیبل کی آواز پڑی تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور کار سے نیچے اتر آئے۔ بابا جی کی جھونپڑی کے باہر چند لوگ موجود تھے جو تیزی سے بابا جی کی طرف بڑھے۔ بابا جی ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے اپنی جھونپڑی میں آ گئے اب بابا جی اپنی مخصوص جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ باہر موجود لوگ بھی بابا جی کی جھونپڑی میں آ گئے۔ اب سب بابا جی کے سامنے اپنی فریادیں پیش کرنے لگے لیکن بابا جی آنکھیں بند کئے "سبحان اللہ، سبحان اللہ" کرتے رہے۔

"بابا جی میری مدد کیجئے..... مم..... مم..... میری ساس مجھ پر بہت ظلم کرتی ہے..... بھگوان کے لئے میری مدد کیجئے..... مم..... میری ساس مجھ سے بچہ مانگتی ہے..... اب..... میں اسے کہاں سے لاکر دوں بچہ..... دائی کے پاس جا جا کر اب میں تھک چکی ہوں۔" ایک عورت بابا جی کے آگے روتے ہوئے بولی۔ "اب کی بار ساس نے کہا ہے کہ اگر بچہ نہ ہوا تو وہ اپنے پتر سے کہہ کر مجھے طلاق دلا دے گی۔" اس عورت کا نام روپا تھا۔ بابا جی نے آنکھیں کھولیں اور روتی ہوئی اس عورت کی طرف دیکھا جس نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور وہ دوپٹے کے پلو سے اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔

"وہ کون ہوتی ہے یہ کہنے والی، سب چیزوں پر اختیار اللہ کا ہے اللہ ہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کے حق میں کیا چیز بہتر ہے اور تو مجھ سے کیا مانگنے آئی ہے میں تو خود گناہ گار ہوں اگر مانگنا ہے تو اللہ سے مانگ وہی تجھے بچہ دے سکتا ہے۔ میں تو اپنے یہ گناہ گار ہاتھ اٹھا کر اس کے آگے تیرے لئے التجا کر سکتا ہوں۔ وہ تیری ضرور سنے گا اور یہ چند تعویذ لے جا روزانہ ایک پانی میں بھگو کر پینا۔" بابا جی بولتے چلے گئے۔ اتنا کہہ کر بابا جی نے آنکھیں بند کر لیں اور دوبارہ سبحان اللہ، سبحان اللہ کا ورد کرنے لگے۔ وہ عورت اٹھی اور جھونپڑی سے باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر بعد جھونپڑی کا پردہ ہٹا اور ایک خوب صورت نوجوان اندر داخل ہوا جس نے سفید رنگ کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی بابا جی کو ذکر کرتا دیکھ کر وہ ایک طرف کونے میں بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر کے اس نے اپنا سر نیچے کی طرف کر لیا وہ کافی تھکا ہوا تھا آہستہ آہستہ بیتی یادوں نے اسے اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔

وہ یہاں سے بہت دور ایک گاؤں میں رہتا تھا اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا لوگوں کی گالیاں سن سن کر وہ بڑا ہوا لیکن جوانی کی دہلیز تک پہنچتے تک وہ چڑچڑا اور ظالم بن چکا تھا، ہر وقت گاؤں کے کسی نہ کسی لڑکے سے اس کی لڑائی ضرور ہوتی تھی۔ گاؤں میں ایک لڑکا موہن تھا وہ بھی اس جیسی طبیعت کا ہی مالک تھا۔ دونوں میں اکثر لڑائی ہو جاتی تھی۔ ایک دن دونوں میں لڑائی ہوئی تو بات بندوقوں تک جا پہنچی اس نے موہن کو تو ختم کر دیا لیکن موہن نے بھی اس کی پسلیوں میں فائر دے مارا تھا وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور اسے ایک طرف بھگانا شروع کر دیا کیونکہ گاؤں کی پولیس نے تو اب اسے چھوڑنا نہیں تھا، آہستہ آہستہ درد نے اچھی طرح اس کے جسم میں بسیرا کر لیا تھا اور اس نے گھوڑے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا وفادار گھوڑا دوڑتے دوڑتے ایک جھونپڑی کے پاس آ کر رک گیا وہ لڑکھڑاتا ہوا گھوڑے سے نیچے جا گرا، درد اب برداشت سے باہر تھا وہ ہمت جمع کر کے اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا جھونپڑی کا پردہ ہٹا کر جھونپڑی کے اندر جا گرا اس نے دیکھا سامنے ایک بوڑھا بیٹھا ہوا تھا جو اونچی آواز میں "اللہ ہو، اللہ ہو" کر رہا تھا۔

اب اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرے کی جھلکیاں آنا شروع ہو گئی تھیں تبھی اس کی آنکھوں کا دائرہ اس بوڑھے کی طرف گھوما جو اسی کی طرف بڑھ رہا تھا وہ بوڑھا اس کے پاس آ کر بیٹھا اور اس کے زخم پر ہاتھ رکھ دیا، تبھی اس کے جسم میں گہری ٹھنڈک کا احساس جاگا اور

یکدم درد اس کے جسم سے غائب ہو گیا۔

"اٹھ رحیم اٹھ۔" اس کے کانوں میں بوڑھے کی شفقت بھری آواز نے رس گھولا۔

"مم..... مم..... میں کہاں ہوں۔" وہ پریشانی سے اردگرد دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم اس وقت میرے گھر میں ہو رحیم۔" بابا جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رحیم لیکن میرا نام رحیم تو نہیں سنتوش ہے۔" اس نے کہا۔

"تیرا نام کچھ بھی ہو لیکن میں تجھے تیرے اصلی نام سے پکاروں گا۔" بابا جی مسکراتے ہوئے بولے۔

"لیکن میرا اصلی نام تو سنتوش ہے....." سنتوش نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ تھا لیکن اب تمہارا اصلی نام رحیم ہے۔" بابا جی نے زور دیتے ہوئے کہا۔

اور تب سے رحیم بابا جی کے پاس ہی رہ رہا تھا۔

"آ گئے رحیم تم۔" بابا جی نے رحیم کو ماضی کی یادوں سے کھینچا۔

"جی بابا جی، السلام وعلیکم۔" رحیم تیزی سے اٹھ کر ان کے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"اب بیٹا سن تیرے پاس وقت نہیں ہے کسی کی زندگی، آبرو اور عزت کا سوال ہے..... تو وقت مت برباد کر اور وہاں چلا جا۔" بابا جی نے رحیم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے بابا جی میں چلا جاتا ہوں پر مجھے بتا دیجئے کہ جانا کہاں ہے۔" رحیم نے بابا جی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور بابا جی نے اسے پتہ بتانا شروع کر دیا۔

☆.....☆.....☆

شیلا نے ایک نظر اپنے سوئے ہوئے ماں باپ پر ڈالی۔ "مجھے معاف کر دینا۔" شیلا نے اپنے ماں باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی کٹھری کو سنبھالا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھی۔ اس نے آہستہ سے دروازے کی کنڈی کھولی اور باہر نکل کر دروازہ بھیڑ دیا۔ باہر ہر طرف سناٹے کا راج تھا۔ وہ تیزی سے ایک طرف بڑھی، وہ بڑی تیزی سے قدم اٹھا رہی تھی، دل میں ایک انجانا سا خوف تھا جو اسے جانے سے منع کر رہا تھا، پر پیار کی زنجیر ایسی زنجیر ہے جو پاؤں میں پڑ جائے تو آسانی سے نہیں ٹوٹتی۔ گاؤں کی گلیاں سنسان تھیں اور ویسے بھی گیارہ بجے کا وقت تھا اور گیارہ بجے گاؤں میں ویسے بھی آدھی رات ہوتی ہے، وہ جلد ہی گاؤں کے آخری سرے پر پہنچی، اس نے دیکھا سامنے درخت کے ساتھ ایک سفید رنگ کا صحت مند گھوڑا بندھا ہوا تھا اور پاس ہی پرکاش مٹی کے ایک ٹیلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ شیلا کو دیکھ کر تیزی سے اٹھا۔ "شکر ہے بھگوان تم آ گئی۔" پرکاش نے شیلا کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"پپ..... پیچھے ہٹو۔" شیلا نے پرکاش کو علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔ "جلدی کرو کیونکہ اگر پتا جاگ گئے تو ظلم بہت برا گا۔"

"ٹھیک ہے بیٹھو گھوڑے پر۔" پرکاش نے کہا اور پھر شیلا کو کمر سے پکڑ کر گھوڑے پر بٹھا دیا۔ اس نے گھوڑے کی لگام کھولی اور خود اس کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیزی سے گھوڑے کو ایک طرف بھگانا شروع کر دیا۔ گھوڑا اب ہوا سے باتیں کر رہا تھا۔ "اب ہم کہاں جائیں گے۔" شیلا نے پوچھا۔

"فی الحال تو میرے دوست کا ایک مکان خالی پڑا ہے وہیں جائیں گے، باقی صبح دیکھی جائے گی۔" پرکاش نے کہا۔ "اگر وہاں کوئی آ گیا تو۔" شیلا نے پھر سوال کر دیا۔

"چنتا نہ کرو..... وہاں کوئی نہیں آئے گا۔" پرکاش نے کہا تو شیلا خاموش ہو گئی۔

جلد ہی پرکاش نے اینٹوں سے بنے ایک مکان کے سامنے گھوڑا روکا، دونوں گھوڑے سے نیچے اترے۔ پرکاش نے آگے بڑھ کر دروازے پر زور دیا تو دروازہ اندر کی طرف کھلتا چلا گیا۔ "آؤ اندر چلتے ہیں۔" پرکاش نے شیلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو شیلا بوجھل بوجھل قدموں کے ساتھ آگے بڑھی اور دونوں مکان میں داخل ہو گئے۔

مکان میں ایک چھوٹا سا صحن تھا پھر اس کے بعد دو کمرے تھے۔ "شیلا تم کمرے میں چلو..... میں دروازے کی کنڈی لگا کر آتا ہوں۔" پرکاش نے کہا تو شیلا اثبات میں سر ہلا کر آگے بڑھی۔

پرکاش گھر سے باہر نکلا اور باہر موجود گھوڑے کو ایک درخت سے باندھا اور دوبارہ مکان میں آ گیا اس نے دروازے کی کنڈی لگائی اور اس کمرے کی طرف بڑھا

جس میں شیلا گئی تھی۔

اچانک اسے اس کمرے میں سے شیلا کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ پرکاش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ سمجھ گیا تھا کہ شیلا کیوں چیخی تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ شیلا چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی اور کنال اس پر جھکا ہوا تھا۔

''پپ..... پپ..... پرکاش..... مم..... مم..... مجھے..... مجھے بچاؤ۔'' شیلا چلاتے ہوئے بولی۔

''پرکاش تو بھی آجا آخر محنت تو ساری تیری ہے۔'' کنال نے مسکراتے ہوئے کہا تو پرکاش مسکرادیا۔ شیلا حیرانگی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''پپ..... پپ..... پرکاش..... تت..... تم مجھے اس درندے سے بچا کیوں نہیں رہے۔'' شیلا بولی۔

''ارے جان من میں تو خود تمہاری جوانی کے ساتھ کھیلنا چاہتا ہوں، تم کیا سمجھتی ہو، میں تم سے پریم کرتا ہوں..... نادان لڑکی میں تو صرف اور صرف تمہارے جسم سے پریم کرتا ہوں اور مجھے اب اپنے ماتا پتا کے ایمان کا بدلہ بھی تو تمہارے ماتا پتا سے لینا ہے۔'' پرکاش نے کہا تو شیلا حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی۔ دونوں قہقہے لگانے لگے۔ اسی وقت کمرے کا دروازہ دھڑام سے کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا جس نے منہ پر کالے رنگ کا کپڑا لپیٹا ہوا تھا۔

''پیچھے ہٹو بے غیرتوں۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا رخ دونوں کی طرف کرتے ہوئے کہا، دونوں نے حیرت سے اس آدمی کی طرف دیکھا اور اٹھ کر کھڑے ہوئے۔

''کون ہو تم.....'' کنال اکڑ کر بولا۔ ''تیری موت..... اگر تم نے کسی قسم کی ہوشیاری کرنے کی کوشش کی تو چھ کی چھ گولیاں سینے میں اتار دوں گا۔'' وہ چیختے ہوئے بولا۔ ''اے لڑکی اٹھو اور اس کمرے سے باہر نکلو۔''

شیلا نے اپنے کپڑے درست کئے اور ایک طرف پڑا اپنا دوپٹہ سر پر ڈال لیا وہ تیزی سے اس آدمی کے پیچھے آئی۔ ''باہر جاؤ باہر میرا گھوڑا کھڑا ہے اس کے پاس جا کر کھڑی ہو جاؤ۔'' وہ آدمی پیچھے مڑ کر شیلا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ اس کا دھیان شیلا کی طرف دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور اپنے دونوں ہاتھ اس کے ریوالور والے ہاتھ پر جما دیئے اس آدمی نے گردن کنال کی طرف گھمائی اور دوسرے ہاتھ کا زوردار مکہ کنال کی ناک پر دے مارا وہ بلبلاتا ہوا لڑکھڑایا اور دوبارہ اس آدمی کی طرف ہوا تو اس آدمی نے تیزی سے ٹریگر دبا دیا۔ ٹھاہ کی آواز کمرے میں گونجی، گولی کنال کے سینے میں جا دھسی تھی۔

شیلا ایک بار پھر چیخی۔ ''جاؤ..... باہر چلی جاؤ۔'' وہ آدمی گرجا۔ اس دفعہ پرکاش تیزی سے اس آدمی کی طرف بڑھا اور ایک زوردار مکہ اس کے پیٹ میں دے مارا اس آدمی کے منہ سے ہلکی سی چیخ خارج ہوئی۔

شیلا کمرے سے باہر جا چکی تھی اس آدمی نے پرکاش کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر زوردار لات پرکاش کے پیٹ میں ماری۔ پرکاش چیختا ہوا زمین پر جا گرا تو اس نے پرکاش کی طرف ریوالور کا رخ کر کے ایک اور فائر کیا۔ پرکاش کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی، گولی اس کے سینے میں لگی تھی۔ وہ آدمی کمرے سے باہر نکلا اور صحن سے ہوتا ہوا وہ اس مکان سے باہر نکل آیا۔ شیلا اس کے گھوڑے کے پاس کھڑی تھی۔

شیلا نے اپنے ہاتھوں میں گٹھری کو پکڑا ہوا تھا۔ پرکاش کا گھوڑا ایک طرف بندھا ہوا تھا۔ ''بھگوان کے لئے مجھے میرے گھر چھوڑ دو، بھگوان تمہارا بھلا کرے گا۔'' شیلا منت بھرے لہجے میں اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

''شور مت مچاؤ میں انشا اللہ تمہیں حفاظت سے تمہارے گھر چھوڑ آؤں گا۔'' اس آدمی نے کہا۔ شیلا نے اثبات میں سر ہلایا اور گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ وہ آدمی شیلا کے پیچھے بیٹھا اور گھوڑے کو ایک طرف بھگانا شروع کر دیا آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد اس آدمی نے گھوڑے کو شیلا کے گھر کے پاس روک دیا۔ دونوں گھوڑے سے نیچے اترے۔

''اب جس طرح آئی تھی اسی طرح خاموشی سے چلی جاؤ تمہارے ماں باپ کو کچھ پتہ نہیں چلے گا اور اللہ کا شکر ادا کرنا جس نے بروقت مجھے تمہاری مدد کے لئے بھیج دیا۔'' اس آدمی نے شیلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کک..... کون ہو تم اور تمہیں کیسے پتہ چلا کہ مجھے پرکاش کہاں لے کر گیا ہے..... اور اپنا نقاب تو اتارو۔''

شیلا نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے جنہیں سن کر وہ مسکرا دیا۔ شیلا اپنے محسن کا چہرہ دیکھنے کے لئے بے تاب تھی..... ''ایسے سوالوں میں وقت مت برباد کرو جلدی سے اندر چلی جاؤ نہیں تو تمہارے ماں باپ جاگ جائیں گے..... اور ہاں کبھی کسی پر ظاہر بھی مت ہونے دینا کہ تمہارے ساتھ ایسا ہوا تھا۔'' اتنا کہہ کر وہ آدمی گھوڑے کی طرف بڑھا۔ شیلا اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی اور پھر وہ دروازہ کھول کر اپنے گھر میں داخل ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

گاؤں کا چھوٹا سا گرلز پرائمری اسکول تھا جہاں پر گاؤں کی لڑکیاں پانچویں تک تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ اس عمارت میں بہت ہی امیر میاں بیوی رہتے تھے جن کا شاید یہاں کسی نے قتل کر دیا تھا اور پھر یہ جگہ کافی وقت تک خالی رہی پھر لوگوں نے ٹھاکر سے مشورہ کر کے لڑکیوں کے لئے پانچویں تک اسکول بنا دیا۔ چھوٹا سا مگر ٹھیک ٹھاک اسکول تھا، پانچ چھ ٹیچرز تھیں اس وقت بھی کلاس چہارم میں ایک ٹیچر بچیوں کو سبق پڑھا رہی تھی۔

''ٹیچر باتھ روم جانا چاہتی ہوں.....'' ایک لڑکی نے اٹھ کر چھوٹی انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے جاؤ۔''

ٹیچر نے کہا ادھر وہ لڑکی کلاس روم سے باہر نکل کر ایک جانب سے باتھ روم میں گھس گئی۔

اچانک وہ لڑکی چیختی ہوئی باتھ روم سے باہر نکلی اور بدحواسی کے عالم میں اپنی کلاس میں پہنچی، ساری کلاسوں کی بچیاں اور ٹیچرز باہر آ چکی تھیں۔ ٹیچرز نے بچیوں کو جھڑک کر کلاسوں میں واپس بھیج دیا اور خود معاملے کی جڑ تک پہنچنے کے لئے کلاس چہارم میں آ گئیں۔ ''کیا ہوا پریتی تم چیخی کیوں تھی؟'' پریتی کی ٹیچر نے اس سے پوچھا، لیکن پریتی خوف کے باعث مسلسل روئے جا رہی تھی۔

''بولو پریتی آخر بات کیا ہے؟ تم کس کارن چیخی تھی؟''

لیکن پریتی پر کوئی اثر نہ ہوا..... ''یہ کیسا شور تھا اور تم سب یہاں کیا کر رہی ہو؟'' اچانک ایک موٹی سی عورت کلاس میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔

''میڈم پریتی باتھ روم میں گئی تھی اور پھر کسی کارن چیختے ہوئے واپس آئی ہے۔'' پریتی کی ٹیچر نے بتایا۔

''کیوں پریتی بیٹی بتاؤ تم کس کارن چیخی تھی؟'' میڈم نے پوچھا۔

''مم..... وہ..... وہ..... باتھ روم میں.....'' گھبراہٹ کے باعث پریتی سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

''ہاں..... ہاں بولو کیا تھا باتھ روم میں۔'' میڈم نے پیار سے اس سے پوچھا۔

''وہ..... وہ باتھ روم میں ایک بے جان آدمی ایک کونے میں کھڑا ہوا ہے۔'' پریتی نے بتایا۔

''نہیں۔'' میڈم کے منہ سے حیرانگی کے باعث نکلا..... میڈم تیزی سے کلاس روم سے باہر نکلی اور باتھ روم کی طرف بڑھی۔ ٹیچروں نے بھی اس کا ساتھ دیا، وہ باتھ روم کے قریب پہنچی میڈم نے دروازہ کھولا اور اندر گئی وہ بھی چیختی ہوئی باہر آئی۔ ''کیا ہوا میڈم اندر کیا ہے؟'' ساری ٹیچروں نے میڈم کو گھیر لیا۔

''وہ..... وہ..... باتھ روم میں ایک لاش ہے۔'' میڈم نے کہا۔

''کیا؟'' ساری ٹیچریں جیسے چلائیں۔

تھوڑی دیر بعد وہاں انسپکٹر راکیش پہنچ گیا اس نے دیکھا لاش کا چہرہ مسخ تھا۔ سارا گاؤں اب اسکول کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ انسپکٹر راکیش نے دیکھا لاش کے پورے جسم پر بڑے بڑے سوراخ تھے۔ ان سوراخوں سے خون بالکل بھی نہیں نکل رہا تھا۔ اسکول کے سارے بچے اور ٹیچریں اس واقعہ سے بہت خوفزدہ تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ٹھاکر بھی وہاں آ گیا۔ ''یہ کیا انسپکٹر صاحب اس آدمی کی ہتھیا کیسے ہو گئی۔'' ٹھاکر نے انسپکٹر راکیش سے پوچھا۔

''یہ تو ابھی پتہ نہیں چلا ٹھاکر صاحب، معلومات کے بعد ہی پتہ چلے گا، لیکن جہاں تک میرا خیال ہے یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے۔ یہ آدمی گاؤں کا بھی نہیں ہے۔'' انسپکٹر راکیش نے کہا۔

''تو پھر کیا کیا جائے انسپکٹر صاحب۔'' ٹھاکر نے پوچھا۔ ''سارے بچیاں اور ٹیچرز اس واقعہ سے خوفزدہ ہو گئی ہیں۔''

''کچھ دنوں کے لئے اب اسکول بند رہنا چاہئے میں لاش کا پتہ چلاتا ہوں پھر ہی کچھ پتہ چلے گا۔'' انسپکٹر

راکیش نے کہا۔

"لیکن انسپکٹر صاحب بچوں کی پڑھائی کا حرج ہوگا۔" ٹھاکر نے کہا۔ "کیا کریں ٹھاکر صاحب اس کے علاوہ کوئی اپائے بھی تو نہیں۔" انسپکٹر راکیش نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے انسپکٹر صاحب آپ تحقیقات کریں میں بابا جی سے مشورہ کرتا ہوں۔" ٹھاکر نے کہا۔

"ہاں..... ہاں آپ ان سے ضرور مشورہ کریں وہ آپ کو ضرور کوئی نہ کوئی اچھا مشورہ دیں گے۔" انسپکٹر راکیش نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے وہ دن اب بھی یاد ہے ٹھاکر صاحب، جب میں نے اپرادھی شرما کو ریپ کیس میں پکڑا تھا اس نے ایک لڑکی کا ریپ کیا تھا اس کے ساتھیوں نے مجھے فون پر کافی دھمکیاں بھی دی تھیں لیکن میں بالکل بھی نہیں ڈرا تھا پھر انہوں نے میرے بیٹے کو اغوا کرلیا، میں کافی پریشان ہوگیا تھا اس سے میری پتنی نے مشورہ دیا تھا کہ ساتھ والے گاؤں میں ایک بابا ہیں جو لوگوں کو صحیح مشورے دیتے ہیں، آپ ان کے پاس جائیں وہ آپ کی ضرور مدد کریں گے میں پتنی کی باتیں سن کر کچھ نہ بولا اور تھانے چلا آیا اور وہاں مجھے ایک کانسٹیبل نے بھی یہی مشورہ دیا میں اس کانسٹیبل کے کہنے پر بابا جی کے پاس چلا آیا، میں نے دیکھا بابا جی کی جھونپڑی میں کافی ہجوم تھا میں پیچھے جا کر بیٹھ گیا بڑا سکون مل رہا تھا اس وقت میرے دل کو..... بابا جی آنکھیں بند کئے "اللہ ہو اللہ ہو" کررہے تھے۔ بابا جی ہر کسی کو مشورہ دیتے، جب میری باری آئی تو میں ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

"بابا جی میرے بیٹے کو کچھ مجرموں نے اغوا کرلیا ہے آپ میری مدد کیجئے میری پتنی گھر میں کافی پریشان ہے۔" میں نے کہا تو بابا جی نے آنکھیں کھول دیں۔

"بیٹا میں تیری کیا مدد کرسکتا ہوں مدد کرنے والا تو اللہ ہے..... میں تو مٹی کا ایک پتلا ہوں میں تو خود ہر وقت اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں۔" بابا جی شفقت بھرے لہجے میں میری طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"لل..... لل..... لیکن بابا جی اوپر والا انسانوں کی مدد کے لئے کسی کو ذریعہ تو بناتا ہی ہے۔" میں نے کہا۔ بابا جی مسکرائے مجھے ان کی مسکراہٹ بہت اچھی لگی۔

"تو وہیں جا جہاں سے تو نے اس مجرم کو پکڑا تھا۔" بابا جی نے کہا اور آنکھیں بند کرکے پھر اللہ ہو اللہ ہو کرنے لگے۔ اب میں سمجھ گیا مزید وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتے۔ میں نے شرما کو ریکس ہوٹل سے پکڑا تھا۔ میں ریکس ہوٹل پہنچا تو وہاں مجھے شرما کا ایک آدمی ملا جس پر تشدد کرنے کے بعد میں نے اس کے باقی ساتھیوں کا پتہ بھی لگالیا اور اپنی کافی تعداد میں نفری لے جا کر وہاں سے شرما کے باقی ساتھیوں کو بھی پکڑ لایا اور اپنے بیٹے کو بھی چھڑا لایا۔"

"واقعی انسپکٹر صاحب بابا جی کی کہی ہوئی باتیں سچ ہوجاتی ہیں....." ٹھاکر نے بھی انسپکٹر راکیش کی تائید میں سر ہلایا۔

"اچھا تو انسپکٹر صاحب میں چلتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ٹھاکر صاحب....." انسپکٹر راکیش نے کہا تو ٹھاکر ایک طرف بڑھ گیا۔

☆.....☆.....☆

ماضی کا آئینہ ایک بار پھر بابا جی کے سامنے تھا۔ وہ اس بلڈنگ میں پہنچے جہاں انہیں فون والے آدمی نے بلایا تھا۔ کمرے میں پہنچے تو وہاں ایک نوجوان لڑکا کھڑا تھا۔

"کیسے ہو جگدیش۔" وہ لڑکا مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک..... بولو کیا کام ہے؟" وہ ذرا سخت لہجے میں بولے۔

"بیٹھو تو سہی بتاتا ہوں۔" وہ لڑکا مسکراتے ہوئے بولا تو وہ کمرے میں رکھی ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ "کیا لو گے۔" اس لڑکے نے پوچھا۔

"میں گھر سے پیٹ پوجا کرکے آیا ہوں آپ کام بتایئے۔" وہ بولے۔

"کام تو بڑا آسان ہے....." اتنا کہہ کر اس لڑکے نے جیب سے ایک تصویر نکال کر ان کے سامنے کردی، انہوں نے تصویر لے لی اور اسے دیکھنا شروع کیا وہ ایک بوڑھی عورت کی تصویر تھی جس نے مکمل طور پر دوپٹہ اپنے سر پر اوڑھا ہوا تھا۔ "اس بڑھیا کو ختم کرنا ہے تم نے آج رات کسی بھی سمے۔" لڑکے نے کہا۔

"پتہ۔" انہوں نے پوچھا تو لڑکے نے پتہ بتادیا۔

"گھر میں کوئی اور تو نہیں ہوگا۔" انہوں نے پوچھا۔

"اس بڑھیا کے علاوہ گھر میں کوئی اور نہیں ہے یہ ہتھیا تم نے ایسے کرنی ہے جیسے کوئی چور چوری کی نیت سے گھر میں آیا ہو، بڑھیا کی مزاحمت پر چور نے اسے گولی مار دی ہو..... گھر میں موجود نقدی اور زیورات تم نے اٹھا لینے ہیں جو الماری میں ہیں اور اس الماری کی چابی الماری کے اوپر ہی پڑی ہوگی وہ نقدی اور زیورات بھی تمہارے..... آدھی رقم تمہیں ابھی ملے گی اور باقی رقم وہ نقدی اور زیورات پورے کریں گے۔" لڑکے نے کہا۔

"ٹھیک ہے..... اب میں چلتا ہوں....." اتنا کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کام ہونے کے بعد مجھے انفارم کرنے کے لئے یہیں آجانا۔" لڑکے نے کہا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

بابا جی آہٹ پر چونکے اور انہوں نے ماضی کی لپیٹ میں الجھی آنکھیں کھولیں تو رحیم جھونپڑی میں داخل ہو رہا تھا۔ "السلام علیکم بابا جی۔" رحیم نے بابا جی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام۔" بابا جی شفقت بھرے لہجے میں بولے۔ رحیم چٹائی پر بیٹھ گیا۔

"رحیم بیٹا اسکول کے بارے میں تو تو سن ہی چکا ہوگا۔" بابا جی نے کہا۔

"جی سن چکا ہوں میں تو صرف آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔" رحیم بولا۔

"بیٹا تو اللہ کا نام لے کر ساتھ والے گاؤں میں چلا جا وہاں سے تجھے اسکول میں موجود روح کا توڑ ملے گا۔" بابا جی نے کہا۔

"روح۔" رحیم نے حیرانگی سے کہا۔

"ہاں روح۔ وہ بھی خون کی پیاسی۔" بابا جی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"خون کی پیاسی روح....." رحیم الجھن آمیز لہجے میں بولا۔

"ہاں وہ ایک لڑکی کی روح ہے جو لوگوں کے خون کی پیاسی ہے وہ اجنبی آدمی بھی اسکول کے سامنے سے گزر رہا تھا تب وہ روح اسے اپنے حسن کے جلوے دکھا کر اسکول میں لے گئی اور وہاں اس آدمی کا خون پی لیا۔" بابا جی نے تفصیلاً بتایا..... "اب تمہیں اس روح کی پیاس بجھانی ہوگی۔"

"جی اچھا۔" اتنا کہہ کر بابا جی اسے کچھ بتانے لگے۔

☆.....☆.....☆

"بھگوان تیرا شکر ہے۔" روپا کے منہ سے بے اختیار خوشی کے مارے نکلا کیونکہ روپا امید سے تھی۔ "شکر ہے بھگوان کا روپا۔" روپا کا شوہر شنکر خوش ہوتے ہوئے بولا۔ وہ دونوں اس وقت تانگے میں بیٹھے گھر کی طرف جارہے تھے۔ "شکر ہے بھگوان کا کہ اس نے مجھ ابھاگن پر کرپا کی۔" روپا اندر ہی اندر خوش ہوئے جارہی تھی۔

"روپا آج میں بہت خوش ہوں بھگوان نے آج تیری بھی کوکھ ہری کردی میں تو مندر میں ناریل چڑھاؤں گا ماں اور بابو بہت خوش ہوں گے۔" شنکر بولا جواباً روپا صرف مسکرادی، دونوں گھر پہنچے۔ روپا کی ساس کو جب یہ خبر ملی تو وہ خوشی کے مارے پاگل ہوگئی۔

"بھگوان کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے تیری سونی کوکھ بھی ہری کردی۔" لاجو پیار سے روپا کا ماتھا چومتے ہوئے بولی۔

"لاجو میں تو تجھے کب سے کہتا تھا کہ روپا کی کوکھ سونی نہیں ہے۔ بھگوان دیر سے ہی پر ہماری سنے گا ضرور اور دیکھا کیسا چمتکار کیا ہے اس نے۔" شنکر کا باپ خوشامدی لہجے میں بولا۔ ایک طرف کھڑا شنکر اپنی ماں اور باپ کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ روپا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

اللہ نے بابا جی کی دعا سن لی تھی روپا سجدے میں گر کر رو رو کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہتی تھی۔ وہ کنویں پر پہنچی تو بے اختیار بشریٰ کے گلے لگ کر رونے لگی۔ "دیکھ بشریٰ بھگوان نے مجھ پر کرپا کردی۔" روپا روتے روتے بولی۔

"کیا..... مجھے بھی تو پتہ چلے۔" بشریٰ نے اسے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں..... میں امید سے ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ دوبارہ بشریٰ کے گلے لگ گئی۔

"سبحان اللہ....." بشریٰ کے منہ سے خوشی کے مارے نکلا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں ایک جگہ بیٹھ گئیں۔

"حوصلہ رکھ روپا ابھی تو اللہ نے پتہ نہیں تجھے کتنی اور نعمتوں سے نوازنا ہے، تو بس اللہ کو یاد رکھ اور بابا جی کا شکریہ ضرور ادا کرنا کیوں کہ ان کی دعا اللہ نے سن لی۔" بشریٰ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تیرے گھر والے کیسے ہیں۔"

"وہ..... وہ تو بہت خوش ہیں..... اور شنکر تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہا ہے..... میں چاہتی ہوں میری ساس سسر اور میرے شوہر کے چہروں پر ہمیشہ ایسی ہی مسکراہٹ رہے۔" روپا نے کہا۔

"بڑا مشکل وقت گزارا ہے میں نے بشریٰ، ساس سسر ہر سے طعنے مارتے تھے، شروع شروع میں تو دونوں نے کافی پیار دیا لیکن جب ہر سال گود خالی رہتی تو وہ مجھ سے نفرت کرنے لگے اور شنکر کے کان بھرنے لگے، شنکر کبھی کبھی تنگ آ کر مجھے مارتا بھی تھا لیکن بعد میں پیار بھی کرتا تھا، ساس سسر اپنی جگہ ٹھیک تھے انہیں پوتا چاہئے تھا اور وہ شنکر کو دوسری شادی کے لئے کہتے تھے۔ شنکر مجھے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ بھگوان بھلا کرے بابا جی کا جن کی دعاؤں سے آج میں سکھی ہوں..... اور تیرا بھی شکریہ کیوں کہ صحیح معنوں میں اس مشورے کی وضاحت تو تو نے کی۔" روپا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے میں تیری بچپن کی سہیلی ہوں اس میں، میں نے تیری کیا مدد کر دی..... مجھے..... مجھے تو اس بات کی بہت خوشی ہے۔" بشریٰ نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"ویسے جب سے اس گاؤں میں بابا جی آئے ہیں اللہ نے اس گاؤں کو ہر مصیبت سے بچایا ہے..... واقعی جب اللہ کو کوئی پسند آتا ہے تو بہت زیادہ آتا ہے..... اور وہ اللہ کے خاص بندوں میں شمار ہونے لگتا ہے، انہی میں سے ایک بابا جی بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس گاؤں کو تحفہ دیا ہے۔" بشریٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بشریٰ میں نے سنا ہے کہ گاؤں میں موجود لڑکیوں کے اسکول میں ایک اجنبی آدمی کی لاش ملی ہے۔" روپا نے کہا۔

"ہاں بڑی بری حالت میں ملی ہے وہ لاش۔" بشریٰ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو اس معاملے میں پولیس کیا کر رہی ہے۔" روپا نے پوچھا۔

"پتہ نہیں ابھی تک تو پولیس اس بارے میں کچھ جان نہیں پائی۔" بشریٰ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"بابا جی نے بھی لگتا ہے اس طرف دھیان نہیں دیا۔" روپا نے کہا۔ "اچھا بشریٰ اب میں چلتی ہوں..... گھر میں شنکر میرا انتظار کر رہا ہوگا۔" اتنا کہہ کر روپا اٹھ کھڑی ہوئی۔

روپا پانی لے کر گھر آئی تو حیران رہ گئی اس کی ساس چولہے کے پاس بیٹھی توے پر روٹی ڈال رہی تھی۔ "ارے ماں جی یہ آپ کیا کر رہی ہیں..... میں پکاتی ہوں روٹیاں..... آپ اپنے کمرے میں جا کر آرام کریں۔" روپا تیزی سے ساس کی طرف بڑھی۔

"رہنے دے پتر میں پکالوں گی..... آرام کرنے کے دن تو اب تیرے ہیں..... تو اب کچھ نہیں کرے گی خبردار جو کسی کام کو ہاتھ لگایا۔" ساس نے کہا تو روپا حیران رہ گئی۔

"اور پتر اب میں اتنی بھی بوڑھی نہیں ہوگئی کہ یہ چھوٹے موٹے کام نہ کر سکوں، کل سے گھڑا بھی کنویں سے شنکر بھر کر لائے گا تو اب کوئی بھی کام نہیں کرے گی۔" ساس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

روپا کی ماں بیٹے شنکر کے پاس آئی۔ "بیٹا آج شام روپا کو ساتھ لے جا اور دو چار جوڑے سوٹ کے لا دے۔" شنکر کے سر پر اجونے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"جی ماں ضرور..... میں نے بھی یہی سوچا تھا۔"

"اور پھل وغیرہ بھی لے کر دینا ہے روپا کا پیٹ کبھی بھوکا نہ رہے..... میں نے پھول سی روپا پر بہت اتیا چار کئے ہیں بھگوان مجھے شما کرے۔" لاجو اپنی غلطیوں پر شرمندہ تھی۔

"ماں تجھے اپنی غلطیوں پر دکھ ہے یہی بہت ہے..... شنکر خوش ہوتے ہوئے بولا۔

"ویسے ماں، میں اور روپا شام کو دیوی ماں کے چرنوں میں ناریل چڑھانے جا رہے ہیں وہاں پاس ہی سے میں اسے کپڑے اور پھل وغیرہ خرید دوں گا۔" شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹا میں ذرا روپا سے مل کر آتی ہوں۔"

اتنا کہہ کر لاجو اٹھ کھڑی ہوئی اور روپا کے کمرے کی طرف بڑھی۔

"روپا بیٹی..... او روپا۔" لاجو اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے بولی لیکن اچانک وہ ٹھٹک کر رکی اس نے دیکھا روپا دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے جھکی ہوئی تھی پھر وہ سیدھی ہوئی اور نیچے بیٹھ کر سجدے میں جھک گئی اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ لاجو پاس کھڑے ہو کر اسے گھور رہی تھی۔ "روپا....." وہ چیخی..... "یہ کیا کر رہی ہے۔" کیونکہ روپا چوری چھپے مسلمان ہو چکی تھی اور پھر چھپ چھپا کر نماز بھی پڑھتی تھی۔

لاجو کے گرجنے کی آواز شنکر اور اس کے باپ کے کانوں میں بھی پڑی وہ تیزی سے اپنی چارپائیوں سے اٹھ کر روپا کے کمرے کی طرف بھاگے۔ لاجو کے چیخنے کے باوجود روپا نماز میں محو تھی۔

"ماں کیا بات ہے؟ اس طرح کیوں چیخ رہی ہو۔" شنکر ماں کے قریب آ کر بولا۔ وہ بھی روپا کو نماز کی حالت میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"ارے لاجو کیا بات ہے؟ مت تو ماری نہیں گئی تیری جو اس طرح چیخ رہی ہے۔" شنکر کے باپ کی بات بیچ میں ہی ادھوری رہ گئی وہ بھی روپا کو اس حالت میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"تو دروازے بند کر کے یہ کمینی یہ کام کرتی تھی۔" لاجو نفرت سے بولی۔ "میں بھی کہوں جب مسجد سے مولوی کی اذان آتی ہے تو یہ سر پر آنچل کیوں اوڑھتی ہے۔"

"روپا....." شنکر چیخا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، روپا دوسری دفعہ سجدے میں جا چکی تھی۔ "ایسے نہیں مانے گی یہ ابھی بتاتی ہوں اس نیچ کمینی کو۔" لاجو دانت پیستے ہوئے بولی اور اس ظالم عورت نے آگے بڑھ کر زوردار لات روپا کی کمر میں دے ماری اور روپا چیختی ہوئی دوسری طرف جا گری اسی وقت اچانک لاجو کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی اور وہ زمین پر ڈھیر ہوگئی۔

باپ بیٹا تیزی سے زمین پر گری لاجو کی طرف بڑھے وہ بے ہوش ہو چکی تھی اس کے منہ سے خون نکل رہا تھا، روپا اپنی کمر سہلاتی ہوئی اٹھی۔

"ماں یہ تجھے کیا ہوگیا؟" شنکر زار و قطار روتے ہوئے بولا۔

"ماں۔" روپا کے منہ سے نکلا تو شنکر نے خون کی طرح سرخ انگارے اگلتی آنکھوں سے روپا کو گھورا اور آگے بڑھ کر دو تین زوردار تھپڑ اس کے گالوں پر دے مارے۔ "حرام زادی، کتیا..... اگر میری ماں کو کچھ ہوگیا تو میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا، زمین میں زندہ گاڑ دوں گا۔" شنکر اسے گردن سے پکڑ کر دونوں ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے ہوئے بولا۔

"اگر لاجو کو کچھ ہوگیا تو میں تیرا خون پی جاؤں گا۔" شنکر کا باپ روتے ہوئے زہریلے لہجے میں بولا۔

"بول کیا جادو کیا ہے تو نے میری ماں پر۔" شنکر گرجتے ہوئے بولا۔

"مم..... مم..... میں نے کوئی جادو نہیں کیا۔" روپا ہکلاتے ہوئے بولی۔

"اگر..... اگر میری ماں کو کچھ ہوگیا نا تو میں تجھے گھر سے نکال دوں گا، ساتھ میں تیری ہتھیا بھی کر ڈالوں گا۔" اتنا کہہ کر شنکر نے روپا کو دھکا دیا اور وہ چیختی ہوئی زمین پر جا گری۔

شنکر اب اپنی ماں کے پاس جا کر رونے لگا تھا۔ روپا نے دونوں ہاتھ روتے ہوئے اوپر کئے۔ "اے اللہ میری مدد کر..... میری لاج رکھ..... تو ہی میری لاج رکھنے والا ہے میرے سہاگ کو بچانے والا بھی تو ہے تو ہی سب کچھ بہتر کرنے والا ہے..... میری مدد کر میرے اللہ۔" روپا روتے ہوئے بولی۔

اچانک لاجو نے کلمہ پڑھتے ہوئے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں تو شنکر اور اس کا باپ حیرانگی سے لاجو کی طرف دیکھنے لگے۔

"پپ..... پپ..... روپا مجھے معاف کر دے۔" لاجو اٹھ کر روپا کے قریب جا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی تو روپا روتے ہوئے مسکرائی اور اس نے اوپر کی طرف دیکھا۔ اللہ نے بڑے عجیب طریقے سے اس کی مدد کی تھی۔

☆.....☆.....☆

رحیم گھوڑے سے نیچے اترا اس نے ارد گرد نظریں دوڑائیں اور گھوڑے کو گھاس چرنے کے لئے چھوڑ دیا وہ آگے بڑھا سامنے اینٹوں سے بنا مکان تھا وہ مکان کے

قریب پہنچا چار دیواری کی دیوار زیادہ اونچی نہیں تھی رحیم نے چھلانگ لگائی اور اس کے دونوں ہاتھ دیوار پر ٹک گئے اب رحیم نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑا اور ہاتھوں پر زور دے کر اوپر کی طرف اچھلا، وہ دیوار پر پہنچا تو اس نے دیکھا ایک نوجوان لڑکا چارپائی پر سو رہا تھا۔ رحیم دیوار کے دوسری طرف لٹک گیا اس نے ہاتھ چھوڑے اور وہ زمین پر پہنچا وہ آہستہ قدموں کے ساتھ اس نوجوان کی چارپائی کے قریب پہنچا، وہ نوجوان منہ دوسری طرف کئے لیٹا تھا رحیم نے منہ میں کچھ پڑھ کر اس نوجوان پر پھونک ماری، رحیم نے جیب سے ایک چھوٹی سی بوتل اور تیز دھار خنجر نکالا اور پھر اس نوجوان کی کلائی پر خنجر پھیرا تو کلائی سے خون نکلنے گا۔ رحیم نے بوتل آگے کر کے اس نوجوان کے خون سے بوتل بھری اور پھر منہ میں کچھ پڑھ کر نوجوان پر پھونک ماری نوجوان کی کلائی سے خون نکلنا بند ہوگیا۔ رحیم واپس مڑا، اس نے خون سے بھری بوتل اور خنجر دوبارہ جیب میں ڈالے وہ دیوار پھلانگ کر اس مکان سے باہر آیا اور اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر اس کو ایڑ لگا کر ایک طرف بھگانا شروع کر دیا۔

جلد ہی وہ اپنے گاؤں کی حدود میں داخل ہوگیا اس نے گھوڑا گرلز پرائمری اسکول کے سامنے روکا، وہ گھوڑے سے نیچے اترا اور گھوڑے پر لٹکی ایک تلوار اتاری جو میان میں تھی پھر وہ اسکول کی طرف بڑھا۔ یہ وہی اسکول تھا جہاں سے ایک اجنبی آدمی کی لاش ملی تھی.....

''سنیے.....'' اچانک ایک نسوانی آواز رحیم کے کانوں میں پڑی، رحیم نے گھوم کر پیچھے کی جانب دیکھا وہاں ایک خوب صورت لڑکی کھڑی تھی جس کے پاس ایک بڑا سا صندوق پڑا ہوا تھا۔

''جی فرمایئے۔'' رحیم اس کے قریب جا کر بولا۔

''کیا آپ یہ صندوق گھر کے اندر لے جانے میں میری کچھ مدد کریں گے۔'' لڑکی کی سریلی آواز نے رحیم کے کانوں میں رس گھولا.....

''جی ضرور۔'' رحیم نے مسکراتے ہوئے اس کے قریب جا کر کہا۔ لڑکی صندوق اٹھانے کے لئے جیسے ہی جھکی اس کا کھلا گلا اور کھل گیا رحیم نے تیزی سے آنکھیں پھیر لیں اس نے لڑکی کے ساتھ صندوق اٹھایا صندوق کافی وزنی تھا۔ دونوں صندوق کو اسکول میں لائے۔ اندر ہر طرف اجالا ہی اجالا تھا۔ رحیم اسکول کی حالت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ اب اسکول نہیں بلکہ ایک خوب صورت گھر لگ رہا تھا۔ دونوں نے ایک طرف کونے میں صندوق کو رکھا۔ ''آیئے بیٹھئے..... وہاں بیٹھ جایئے۔'' لڑکی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ رحیم مسکرایا اور آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ لڑکی رحیم کی طرف دیکھ کر عجیب سے لہجے میں مسکرائی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آئی تو اس لڑکی نے ہاتھ میں ایک ٹرے پکڑی ہوئی تھی جس میں اسٹیل کا ایک جگ اور اسٹیل کے دو گلاس پڑے ہوئے تھے۔

''ارے یہ تو آپ نے .....'' رحیم نے کہنا چاہا تو لڑکی نے اسے ٹوک دیا۔ ''میں اپنے مہمانوں کی پوجا کرتی ہوں۔''

رحیم نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا لڑکی نے گلاس بھرا اور رحیم کی طرف بڑھا دیا، دوسرا گلاس بھر کر اس نے خود پکڑ لیا، رحیم نے گلاس کو ناک کے قریب کر کے سونگھا تو ایک عجیب قسم کی بو اس کے ناک سے ٹکرائی، گلاس میں لال رنگ کا مشروب موجود تھا۔

''یخ..... خون.....'' رحیم کے منہ سے نکلا اس نے گلاس میں پڑے خون پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور لڑکی کے چہرے پر گلاس میں موجود خون کو پھینک دیا، لڑکی کو رحیم سے یہ توقع نہ تھی۔ اس نے چیختے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ تھام لیا اور اتنا وقت رحیم کے لئے کافی تھا اس نے تیزی سے جیب سے خون سے بھری ہوئی بوتل نکالی اور ساری کی ساری لڑکی کے سر پر ڈال دی لڑکی کی چیخوں میں مزید اضافہ ہوگیا۔

''تو اسی خون کی پیاسی تھی۔'' رحیم اٹھ کر میان سے تلوار نکالتے ہوئے بولا۔ لڑکی نے چہرے پر سے ہاتھ اٹھایا جو اب خوبصورت نہیں رہا تھا رحیم نے اتنا بھیانک چہرہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

''ہاں میں اسی خون کی پیاسی تھی..... کیونکہ میرے ذلیل بھائی نے میرا اور میرے پریمی کا شریر ختم کر دیا تھا..... صرف اس لئے کہ میں نے اور اس نے بھاگ کر شادی کی تھی۔ ہم دونوں نے پریم کیا تھا کوئی جرم تو نہیں کیا تھا آخر تنگ آ کر ہم یہاں بھاگ کر آئے اور اس مکان

میں رہنے لگے، لیکن بھائی کو نجانے کہاں سے پتہ چلا کہ میں اور کمیل اس گاؤں میں رہ رہے ہیں وہ شہر سے اس گاؤں میں آیا اور رات کے اندھیرے میں مجھے اور میرے کمیل کو ختم کر دیا تب سے میں اس کے خون کی پیاسی ہوں۔'' وہ کرخت لہجے میں بولی۔

''اب تو تجھے اس کا خون مل چکا ہے اب تو جا یہاں سے۔'' رحیم نے تلوار لہراتے ہوئے کہا جس پر کلمہ لکھا ہوا تھا۔

''نہیں میں تیرا خون بھی پیوں گی۔'' وہ لڑکی چیختے ہوئے بولی۔

''اوہ تو..... تو میرا خون بھی پیئے گی۔'' رحیم مسکرایا اس نے تلوار کی نوک لڑکی کی طرف کی تلوار سے روشنی کی ایک تیز لہر نکلی اور لڑکی کے جسم سے جا ٹکرائی کمرہ ایک بار پھر چیخوں سے گونج اٹھا اور پھر پورے اسکول میں یکدم اندھیرا چھا گیا۔ رحیم نے تلوار میان میں ڈالی اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔

☆.....☆.....☆

بھیانک تاریک رات کا وقت، بابا جی اس بڑھیا کی خوب صورت کوٹھی کے باہر کھڑے تھے انہوں نے گھوم کر ساری کوٹھی کا جائزہ لیا گیٹ کے باہر ایک چوکیدار اسلحے سے لیس اسٹول پر بیٹھا اونگھ رہا تھا بابا جی نے جیب سے سائیلنسر لگا پستول نکالا اور پستول کا رخ بے خبر چوکیدار کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ ''شوں۔'' کی آواز سے گولی چوکیدار کے سینے میں جا لگی اور وہ سوتا ہی رہ گیا، وہ آگے بڑھے اور چوکیدار کی تلاشی لینے لگے چوکیدار کی جیب سے کام کی صرف ایک چابی نکل سکی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر چابی گیٹ کے ساتھ اینچ تالے میں گھسیڑ دی اور تیزی سے گھما دی۔ ٹرک کی آواز سے گیٹ کا لاک کھل گیا۔ انہوں نے زور دے کر دروازہ اندر کی طرف دھکیلا۔ دروازہ اندر کی طرف کھلتا گیا۔ انہوں نے چوکیدار کو گھسیٹ کر اندر کیا اور دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔ اب وہ اندرونی دروازے کی طرف بڑھے وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئے اندر راہداری میں کئی دروازے موجود تھے وہ آگے بڑھے اور سب کمروں کو چیک کرنے لگے ایک کمرے میں انہیں وہ بڑھیا مل گئی، وہ کمرے میں داخل ہوئے بڑھیا جو اونچی آواز میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھی، بابا کے دل نے عجیب سی بے چینی کو محسوس کیا۔ بڑھیا اس وقت سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کر رہی تھی۔ ''اے ..... بب..... بڑھیا۔'' انہوں نے ہکلاتے ہوئے بڑھیا کو پکارا، اسی وقت کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی بڑھیا نے گھوم کر ان کی طرف دیکھا۔

''کون ہو تم بیٹا۔'' بڑھیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''تیری موت۔'' وہ گرجتے ہوئے بولے۔ بڑھیا مسکرائی اور بولی۔

''موت..... لیکن بیٹا زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

''لیکن بڑھیا اس وقت تیری موت میرے ہاتھ میں ہے، یہ دیکھ۔'' انہوں نے ہاتھ میں پکڑا ریوالور بڑھیا کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ بڑھیا ایک بار پھر مسکرائی۔

''کیا تجھے ڈر نہیں لگتا؟'' انہوں نے پوچھا۔

''ڈر..... ہاں لگتا تو ہے لیکن صرف اپنے اللہ سے اور ویسے بھی اس چیز سے ڈرنے کا کیا فائدہ جو ہر حال میں انسان کا مقدر ہے آج میں مروں گی تو کل تو مرے گا اور پھر آہستہ آہستہ سب مریں گے ویسے بھی یہ زندگی تو ایک امتحان ہے جس میں ساری انسانیت تقریباً فیل ہے۔ ہوسکتا ہے شاید اب تم مجھے مار دو لیکن یہ تو ایک فرضی موت ہے۔ اصل زندگی تو اس موت کے بعد شروع ہوگی۔'' بڑھیا مطمئن لہجے میں بولی۔ ''ویسے تم مجھے مارنا کیوں چاہتے ہو۔''

''کوئی چاہتا ہے کہ تم زندہ نہ رہو۔'' انہوں نے کہا۔

''میں جانتی ہوں وہ کون ہے؟'' بڑھیا کے لہجے میں دکھ شامل تھا۔ اس سے پہلے کہ بڑھیا مزید کوئی بات کرتی انہوں نے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ ''شوں'' کی آواز سے گولی بڑھیا کے دماغ میں جا لگی بڑھیا کے منہ سے چیخ بھی خارج نہ ہوسکی لیکن بڑھیا کے چہرے پر عجیب مسکراہٹ تھی۔ جس کو دیکھ کر وہ الجھن میں پڑ گئے وہ اسی الجھن کو لئے آگے بڑھے۔ کمرے میں موجود الماری کی طرف بڑھے الماری کے اوپر ایک بڑی سی چابی موجود

تھی۔ انہوں نے الماری کو کھولا اور اس میں موجود ساری نقدی اور زیورات اپنے کندھے پر لٹکے بیگ کو اتار کر اس میں ڈال لئے۔ انہوں نے زمین پر پڑی بڑھیا پر نظر ڈالی، اس کے چہرے پر اب بھی وہ مسکراہٹ موجود تھی وہ اسی الجھن کو دل میں لئے اس کوٹھی سے باہر آئے اور سڑک پر آ کر ایک ٹیکسی والے کو ہاتھ دیا اور ٹیکسی میں بیٹھے اور ٹیکسی والے کو اپنے گھر کا پتہ بتا دیا۔

''ڈر! ہاں لگتا تو ہے لیکن صرف اپنے اللہ سے اور ویسے بھی اس چیز سے ڈرنے کا کیا فائدہ جو ہر حال میں انسان کا مقدر ہے آج میں مروں گی کل تو مرے گا اور پھر آہستہ آہستہ سب مریں گے ویسے بھی یہ زندگی تو ایک امتحان ہے جس میں ساری انسانیت تقریباً فیل ہے..... ہوسکتا ہے شاید اب تم مجھے مار دو لیکن یہ تو ایک فرضی موت ہے اصل زندگی تو موت کے بعد شروع ہوگی۔'' ان کے کانوں میں بڑھیا کے کہے ہوئے الفاظ گونجنے لگے۔

''تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔''

ان کے کانوں میں اب سورۃ رحمٰن کی ان آیات کا ترجمہ گونج رہا تھا۔ جن آیات کو بڑھیا اونچی آواز میں پڑھ رہی تھی..... ان کا بدن بری طرح کانپ رہا تھا اور پورا بدن پسینے میں نہا گیا تھا۔ ''آپ کا گھر آ گیا سر۔'' ٹیکسی ڈرائیور نے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہاں.....'' وہ چونکے۔ ''اچھ..... اچھا۔''

وہ گاڑی سے نیچے اترے اور ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ دے کر اپنے گھر کی طرف بڑھے وہ نہا دھو کر اپنے بستر پر لیٹے اور اس بڑھیا کے بارے میں سوچنے لگے اور اس سوچ میں کب نیند کی وادیوں میں جا پہنچے انہیں پتہ ہی نہ چلا سونے کے بعد ایک خواب کا منظر تھا۔

وہ بڑھیا ان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور وہ ریوالور ان کی طرف کئے کھڑے تھے۔ ''تمہیں موت سے ڈر نہیں لگتا۔'' وہ بولے۔

''ڈر..... ہاں لگتا تو ہے لیکن صرف اپنے اللہ سے اور ویسے بھی اس چیز سے ڈرنے کا کیا فائدہ جو ہر حال میں انسان کا مقدر ہے آج میں مروں گی کل تو مرے گا اور پھر آہستہ آہستہ سب مریں گے ویسے بھی یہ زندگی تو ایک امتحان ہے جس میں ساری انسانیت تقریباً فیل ہے..... ہوسکتا ہے شاید اب تم مجھے مارو لیکن یہ تو ایک فرضی موت ہے اصل زندگی تو اس کے بعد شروع ہوگی۔'' اتنا کہہ کر بڑھیا نے قرآن شریف اونچی آواز میں پڑھنا شروع کر دیا اور سورۃ رحمٰن کی آیات کا ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔

''تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔'' اس سے پہلے کہ مزید بڑھیا کچھ پڑھتی انہوں نے ٹریگر دبا دیا اور بڑھیا زمین پر ڈھیر ہوگئی اسی وقت کمرے میں ایک نقاب پوش داخل ہوا اور انہیں گردن سے پکڑ لیا۔

''بول اماں کیا ختم کر دوں اسے۔'' نقاب پوش نے بڑھیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

انہوں نے بڑھیا کی طرف دیکھا تو وہ حیران رہ گئے کیونکہ بڑھیا اب صحیح سلامت مسکرا رہی تھی۔ ''نہیں بیٹا یہ تو بھٹکا ہوا ہے انشاء اللہ سیدھی راہ پر ضرور آئے گا۔'' بڑھیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن اس نے آپ پر گولی چلائی ہے۔'' نقاب پوش نے کہا۔ ''یہ گولی اس نے نہیں اس کے اندر موجود بے رحم آدمی نے چلائی ہے۔'' بڑھیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسی وقت وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ انہوں نے اردگرد دیکھا لیکن وہ اپنے کمرے میں موجود تھے خوف کے باعث ان کا پورا جسم پسینے میں نہا چکا تھا اور بری طرح کانپ رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

''بابا جی.....'' اچانک ایک آواز نے بابا جی کو بیتی یادوں کے سمندر سے کھینچا۔ بابا جی نے آنکھیں کھولیں تو سامنے انسپکٹر راکیش سادہ لباس میں بیٹھا ہوا تھا۔ بابا جی نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں صاف کیں۔ ''بابا جی خیر تو ہے آپ کی آنکھوں میں آنسو۔'' انسپکٹر راکیش حیرانگی سے بولا۔

''بیٹا بیتے لمحوں میں کچھ لمحات ایسے ہوتے ہیں جب یاد آتے ہیں تو وہ آنکھوں میں کانٹے بن کر چبھتے ہیں اور پھر آنکھوں سے پانی نکل آتا ہے۔'' بابا جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''خیر تم یہاں کیسے؟''

''بس بابا جی ویسے ہی آیا ہوں۔ دراصل یہاں آ کر مجھے سکون ملتا ہے۔ مجھے شریر کے ہر حصے میں ایک

عجیب سی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔'' انسپکٹر نے کہا تو بابا جی مسکرا دیئے اور انسپکٹر کو یہ مسکراہٹ بہت اچھی لگی۔

''بیٹا اصلی سکون سے تو کافی دور ہے۔'' بابا جی نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب بابا جی۔'' انسپکٹر حیرانگی سے بولا۔

''بیٹا پانچ وقت کی نماز پڑھنے میں دل کو سکون ملتا ہے۔''

بابا جی نے کہا۔ ''نماز.....'' انسپکٹر راکیش نے حیرانگی سے لفظ دہرایا۔

بابا مسکرائے اور بولے۔ ''میں بھی ایک ہندو تھا۔''

''کیا؟'' انسپکٹر راکیش حیرانگی سے بولا۔

''ہاں بیٹا میں بھی ایک ہندو تھا یا پھر کونٹریکٹ کلر.....'' بابا جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کونٹریکٹ کلر.....'' انسپکٹر راکیش حیرانگی سے بولا۔

''ہاں.....'' پیسے لے کر میں لوگوں کا بے دردی سے خون کرتا تھا..... بابا جی غم زدہ لہجے میں بولے۔

''نہیں بابا جی یہ نہیں ہوسکتا، خون اور آپ..... آپ تو لوگوں کو سیدھی راہ دکھاتے ہیں..... آپ کی کہی ہر بات سچ ہوتی ہے..... کبھی آپ نے کسی کا برا نہیں چاہا پھر آپ کیسے خون کر سکتے ہیں۔'' انسپکٹر راکیش کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

''میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں.....'' اتنا کہہ کر بابا جی نے اپنا بیتا ماضی انسپکٹر راکیش کو بتانا شروع کیا۔

☆.....☆.....☆

''ساری رات میں اس بڑھیا کی موت کی وجہ سے پریشان رہا نیند تھی کہ قریب پھٹک نہیں رہی تھی بار بار بڑھیا کے کہے ہوئے الفاظ اور قرآن پاک کے وہ الفاظ جن کا وہ اونچی آواز میں تلاوت کر رہی تھی۔ بے چینی تھی کہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی دل میں آیا بھی کہ خودکشی کر لوں لیکن میرے دل کے نجانے کس کونے سے آواز آئی خودکشی حرام ہے۔ دوسرے دن صبح سویرے میں اسی ہوٹل کے کمرے کے باہر کھڑا تھا جہاں مجھے وہ لڑکا ملا تھا جس نے بوڑھی عورت کے قتل کا کونٹریکٹ مجھے دیا تھا۔ میں نے ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں اندر داخل ہوگیا میں نے دیکھا وہ لڑکا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بالوں میں کنگھی کر رہا تھا اور بیڈ پر ایک لڑکی سو رہی تھی جس نے پورے جسم پر کپڑا اوڑھا ہوا تھا قدموں کی آہٹ پر اس لڑکے نے گھوم کر میری طرف دیکھا۔ ''اوہ تم..... تم اب یہاں کیا کرنے آئے ہو۔'' لڑکے نے حیرانگی سے میری طرف دیکھا۔

''وہ..... وہ بوڑھی عورت کون تھی جس کی ہتھیا تم نے مجھ سے کروائی ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''کیوں..... تم کیوں پوچھ رہے ہو؟'' وہ لڑکا حیرانگی سے بولا۔

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں.....'' میں سخت لہجے میں بولا۔

''یہ میرا پرسنل معاملہ ہے اور ویسے بھی طے کی ہوئی رقم سے زیادہ پیسے ملے ہیں تمہیں، اب دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' وہ لڑکا گرجا۔

''اس بوڑھی عورت کی ہتھیا تم نے کیوں کروائی؟'' میں نے چیختے ہوئے کہا ساتھ ہی میں نے جیب سے ریوالور نکال لیا تھا۔ میرے چیخنے کی آواز پر وہ لڑکی جاگ گئی اس نے میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر چیخنا چاہا لیکن میں نے تیزی سے ریوالور کا رخ اس کی طرف کر دیا۔

''خاموش رہو ورنہ گولی سے کھوپڑی اڑا دوں گا۔''

''لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو تمہیں تو پیسوں سے مطلب ہے۔'' وہ لڑکا الجھن آمیز لہجے میں بولا۔

''ساری رات میں سو یا نہیں اس بڑھیا کے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہے اور وہ جس کتاب کو اونچی آواز میں پڑھ رہی تھی وہ الفاظ بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہے عجیب سی بے چینی مجھے لگی ہوئی ہے ایک انجانا سا خوف مجھے بار بار ڈرا رہا ہے..... خیر تم چھوڑو یہ بتاؤ کہ تم نے اس کی ہتھیا کیوں کروائی؟ اور اب کی بار اگر تم نے کچھ نہ بتایا تو میں تمہارے دماغ میں گولی اتار دوں گا۔'' میں نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ مزید بڑھایا۔

''رک ..... رکو..... مم..... مم..... میں بتاتا ہوں..... وہ بڑھیا..... مم..... مم..... میری ماں تھی!!!''

اس لڑکے نے عجیب بات بتائی۔

''کک..... کیا.....؟'' میں حیرانگی سے جیسے چلایا۔

''ہاں وہ میری ماں تھی۔'' لڑکے نے دانت پیستے

ہوئے کہا۔

''تم..... تم نے اپنی ماں کی ہتھیا کروائی۔'' مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں کیونکہ وہ ایک مسلمان عورت تھی میرے باپ نے اس سے شادی کی وہ مجھے شروع دن سے ہی بری لگی ہر سمے اس کتاب کو اونچی آواز میں پڑھتی رہتی پتہ نہیں میرے پتا نے اس سے کیوں شادی کی خیر جب مجھے پتہ چلا تو مجھے اس سے اور نفرت ہوگئی کیونکہ میرا پتا جائیداد کا زیادہ حصہ اس کے نام کر گیا تھا اس کے مرنے کے بعد یہ ساری جائیداد میری ہوتی اس لئے میں نے اسے مروا دیا۔'' لڑکے نے ساری حقیقت بتائی۔

''ذلیل انسان کتنا پتھر دل انسان ہے تو، اپنی ماں کو ہی مروا دیا صرف دولت کے لئے۔'' میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور ٹریگر دبا دیا۔ ''شوں'' کی آواز سے گولی اس کے سینے میں جا لگی اور وہ زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ میں نے بیڈ پر موجود لڑکی کی طرف دیکھا تو وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ میں وہاں سے نکل آیا جب میں اپنے گھر پہنچا تو میری دنیا ختم ہو چکی تھی۔

میرا سارا مکان گر چکا تھا اور میری بیوی اور بچہ اس ملبے کی نذر ہو چکے تھے۔ میں چیختے چلاتے اپنے گھر کی طرف بڑھا ہر طرف مٹی اور دھول اڑ رہی تھی سارے لوگ حیرت سے باتیں کر رہے تھے کہ میرا مکان کیسے گر گیا۔

''اللہ اکبر..... اللہ اکبر۔'' اسی وقت ایک خوب صورت آواز نے میرے کانوں میں رس گھولا میں نے مسجد کی طرف دیکھا میرے جسم میں سنسنی کی ایک تیز لہر دوڑ گئی میں اٹھا اور میرے قدم خود بخود مسجد کی طرف اٹھنے لگے، لوگ حیرت سے میری طرف دیکھنے لگے، میں مسجد میں جا کر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوگیا۔'' اتنا کہہ کر بابا جی چپ ہوگئے اور انسپکٹر راکیش حیرانگی سے بابا جی کی طرف دیکھنے لگا۔

''میں نے سنا ہے بابا جی کہ بھگوان اچھے کام کے لئے خاص لوگوں کو چنتا ہے..... اس کا مطلب آپ خاص ہوئے۔'' انسپکٹر راکیش نے کہا۔

''بس بیٹا یہ تو اللہ کی نظر کرم ہے کہ اس نے مجھے کیوں چنا ہے ورنہ میں تو کچھ بھی نہیں.....'' بابا جی نے کہا اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی باہر گاڑی کے رکنے کی آواز آئی اور پھر جھونپڑی کا پردہ ہٹا اور ٹھاکر اور اس کے پیچھے ایک نوجوان لڑکا اندر داخل ہوئے۔

''نمستے بابا جی۔'' ٹھاکر نے مسکراتے ہوئے کہا اور بابا جی کے سامنے چٹائی پر بیٹھ گیا ساتھ ہی نوجوان بھی بیٹھ گیا۔ ''انسپکٹر صاحب آپ یہاں کس کام سے۔'' ٹھاکر نے پوچھا۔

''میں تو یہاں ویسے ہی آیا تھا ٹھاکر صاحب اور اسکول کے مسئلے میں بابا جی سے کچھ رائے بھی لینی تھی۔'' انسپکٹر نے بتایا۔

''میں بھی اسی مسئلے کے کارن بابا جی سے ملنے آیا تھا۔'' ٹھاکر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''وہ مسئلہ تو اب حل ہو چکا ہے۔ اب تم بچوں کو اسکول جانے کی اجازت دے دو ٹھاکر، بچوں کی پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے۔'' بابا جی مسکراتے ہوئے بولے۔

''واقعی بابا جی۔'' انسپکٹر، ٹھاکر اور اس کا بیٹا تینوں حیران تھے۔ ''ہاں اب وہ اسکول بالکل ٹھیک ہے۔'' بابا جی نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کیا آپ بتا سکتے ہیں بابا جی اس اجنبی کا خون کس نے کیا؟'' ٹھاکر نے پوچھا۔

''وہ ایک لڑکی کی روح کا کام تھا۔'' بابا جی نے کہا۔

''کیا.....؟'' تینوں حیرت سے جیسے چلائے۔ ''ہاں وہ ایک روح کا کام تھا.....'' بابا جی نے کہا۔

''روح یعنی آتما ..... لیکن بابا جی وشواس نہیں ہوتا۔'' ٹھاکر نے کہا۔

''اس اجنبی کی لاش تو تم نے دیکھی تھی..... وہ کیا کسی انسان کا کام لگتا تھا..... نہ کسی جانور کا۔'' بابا جی نے کہا اور اس لڑکی کی ساری حقیقت انہیں بتا دی۔ ''حیرت ہے۔'' ٹھاکر نے ساری حقیقت سننے کے بعد کہا۔

''حیرت تو واقعی ہے ٹھاکر ابھی ان چیزوں کا بسیرا دنیا میں ہے بلکہ ہم سے دوگنا کہہ لو۔'' بابا جی نے کہا اور آنکھیں بند کر کے استغفر اللہ، استغفر اللہ کا ورد کرنے لگے اور تینوں سمجھ گئے بابا جی اب مزید بولنا نہیں چاہتے۔ وہ تینوں اٹھ کھڑے ہوئے اور جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔

''ٹھاکر صاحب اب بچوں کو اسکول جانے کی

اجازت دے دینی چاہئے بابا جی صحیح فرمارہے تھے بچوں کی پڑھائی کا حرج ہورہا ہے.....'' انسپکٹر راکیش نے کہا تو ٹھاکر نے اثبات میں سر ہلا دیا ٹھاکر اور اس کے ساتھ وہ لڑکا اپنی گاڑی کی طرف بڑھے اور انسپکٹر راکیش اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

''باپو آپ اس جھوٹے بابا کے پاس آجاتے ہیں اور یہ ایسے کہہ دیتا ہے کہ یہ کام ہوگا اور یہ کام نہیں ہوگا..... کیا یہ بھگوان ہے؟'' وہ نوجوان لڑکا بولا جو ٹھاکر کا اکلوتا بیٹا تھا۔

''بکواس بند کرو پرشاد..... بابا جی کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہ کرو..... کچھ لوگ ہوتے ہیں جو بھگوان کو پسند آجاتے ہیں اور بھگوان انہیں ایسی بات کا اشارہ دے دیتا ہے جو عام آدمی نہیں سمجھ سکتا۔'' ٹھاکر نے کہا۔

''لیکن..... یہ تو ایک مسلمان ہے۔'' پرشاد نے کہا۔

''تو کیا ہوا انہوں نے کبھی کسی کو نقصان تو نہیں پہنچایا ان کی کہی ہر بات سچ ہوتی ہے..... اب تم دیکھ لینا اسکول بالکل ٹھیک ہوجائے گا.....'' ٹھاکر نے کہا لیکن پرشاد خاموش رہا۔

☆.....☆.....☆

چھنو کی بیٹی کاویری کی شادی میں تین دن رہ گئے تھے ڈھولک کی تھاپ پر گیت گائے جارہے تھے۔ کاویری گاؤں کی خوب صورت لڑکی تھی جس سے گاؤں کا ہر لڑکا شادی کرنا چاہتا تھا اس کی شادی ساتھ والے گاؤں کے ایک لڑکے سے طے ہوئی جس کا اچھا گھرانہ تھا۔ لڑکا منوج بھی خوب صورت تھا۔ شہر سے کاویری کا بھائی بھی آچکا تھا اور ساتھ میں اپنی بیوی مونی کو بھی لے کر آیا تھا۔ بھائی کے آنے سے کاویری کی خوشی مزید بڑھ گئی تھی۔ بھائی کی بیوی بھی بہت خوب صورت تھی۔ کاویری کا بھائی کافی عرصے کے بعد شہر سے آیا تھا۔

''منوج میں تمہارا سارا گاؤں دیکھنا چاہتی ہوں۔'' مونی نے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہاں تو میں کملا کو کہہ دوں گا وہ تمہارے ساتھ چلی جائے گی۔'' منوج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں منوج میں تمہارے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔''

مونی نے کہا۔ ''مونی مجھے تو یہاں بہت کام ہے ہر کوئی میرا ہی پوچھے گا، مہمانوں کا سواگت بھی کرنا ہے..... تم کملا کو لے جاؤ وہ سارا گاؤں تمہیں اچھی طرح دکھادے گی۔'' منوج نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''چلو ٹھیک ہے۔'' مونی نے اثبات میں سر ہلا دیا تو منوج مسکرادیا۔

تھوڑی دیر بعد مونی اور کملا گھر سے باہر نکل آئیں۔ کملا اس گھر کی نوکرانی تھی۔ ''بی بی جی کیا شہر بھی گاؤں جیسا ہوتا ہے۔'' کملا نے پوچھا تو مونی مسکرادی اور بولی۔

''کیا تم نے کبھی شہر نہیں دیکھا۔''

''نہیں بی بی جی میں تو کبھی گاؤں سے باہر نکلی ہی نہیں۔'' کملا معصومیت سے بولی۔

''کیوں کملا تم گاؤں سے باہر کیوں نہیں نکلی۔'' مونی نے پوچھا۔

''کبھی کوئی کام ہی نہیں پڑا شہر میں بی بی جی۔'' کملا معصومیت سے بولی۔

مونی قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ ''کیا ہوا بی بی جی؟''

''نہیں..... نہیں کچھ نہیں.....'' مونی ہنستے ہوئے بولی۔

''تو پھر آپ ہنس کیوں رہی ہیں۔'' کملا بے زاری کے عالم میں بولی۔ ''بس ویسے ہی.....''

''اچھا آپ نے بتایا نہیں کہ شہر کیسا ہوتا ہے۔'' کملا نے مونی کو یاد دلایا۔

''کملا شہر گاؤں سے بڑا ہوتا ہے وہاں کی زندگی اتنی مصروف ترین ہے کہ ایک دوسرے کی خبر نہیں رہتی ایک گھر میں رہنے والے ایسے رہتے ہیں جیسے وہ علیحدہ علیحدہ رہ رہے ہوں ہر طرف دھواں اڑاتی گاڑیاں، زہر آلود ہوائیں، ہر طرف بھاگ دوڑ لگی رہتی ہے، وہاں ہر سمے کام کام اور بس کام۔''

''لیکن گاؤں کی سکون والی زندگی ہوتی ہے۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کی چنتا کرتا ہے، صبح کی ٹھنڈی اور صحت بخش ہوائیں جب ہر طرف پھیلی ہریالی سے ٹکراتی ہیں تو من جھوم اٹھتا ہے۔ لوگ سمے پر کام کرتے ہیں اور

سمے پر سوتے ہیں نہ گاڑیوں کا شور وغل اور نہ ان کا زہر آلود دھواں..... گاؤں کے لوگ تو صبح اندھیرے اٹھتے ہیں اور وہ اپنا کام اس سمے تک نمٹا لیتے ہیں جس سمے شہر کی زندگی جاگتی ہے، ہمارے شہر سے اچھا ہے یہ تمہارا چھوٹا سا گاؤں۔'' کملا اس کی باتیں سن رہی تھی۔

''اچھا تم مجھے سارا گاؤں دکھادو گی۔'' مونی نے کہا۔

''ضرور، ضرور بی بی جی۔'' کملا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دونوں اب کھیتوں کے قریب پہنچ چکی تھیں۔

''بی بی جی یہاں ہمارے گاؤں کے لوگ دن بھر سخت دھوپ میں کام کرتے ہیں وہ گرمی کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ آرام کی۔'' کملا نے چاروں طرف ہاتھ گھماتے ہوئے کہا ہر طرف ہریالی ہی ہریالی پھیلی ہوئی تھی۔ کملا نے مونی کو گاؤں کی چھوٹی چھوٹی دکانیں بھی دکھائیں..... اور پھر وہ ٹھاکر کی حویلی کے سامنے رکی۔ ''بی بی جی یہ ہے گاؤں کے ٹھاکر کی حویلی۔'' کملا نے بتایا۔

''بڑی شاندار حویلی ہے ٹھاکر کی۔'' مونی نے کملا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''جی ہاں حویلی شاندار بھی ہے اور بڑی بھی ٹھاکر صاحب گاؤں کے سرپنچ بلکہ سبھی کچھ ہیں بی بی جی..... ٹھاکر صاحب تو دل کے بہت اچھے ہیں مگر ان کا بیٹا پرشاد بڑا کمینہ ہے، گاؤں کی نوجوان ناریوں پر گندی نظر رکھتا ہے جی۔'' کملا نے کہا۔

''تو پھر کیا ٹھاکر اسے کچھ نہیں کہتا۔'' مونی نے پوچھا۔ ''وہ بیچارہ کیا کہے جی اگر اسے کچھ پتہ چلے تو وہ کچھ کہے نا جی۔'' کملا نے کہا۔

''کیا مطلب.....'' مونی حیرانگی سے بولی۔

''گاؤں کے لوگ پرشاد سے ڈرتے ہیں جی اس لئے ٹھاکر کو بتاتے نہیں۔'' اتنا کہہ کر کملا آگے بڑھ گئی اور مونی بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی ایک جگہ دونوں رک گئیں۔ مونی نے دیکھا وہ ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی جس کے باہر عورتوں اور مردوں کا کافی رش تھا۔ ''یہ اس جھونپڑی کے باہر اتنا رش کیوں ہے کملا'' مونی نے پوچھا۔

''اس جھونپڑی کے اندر ہمارے گاؤں کے بابا جی رہتے ہیں۔ بی بی جی۔'' کملا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''گاؤں کے بابا جی۔'' مونی حیرانگی سے بولی۔

''جی ہاں گاؤں کے بابا جی۔'' کملا نے مسکراتے ہوئے لفظ دہرایا۔

''اس جھونپڑی میں ایک مسلمان بابا جی رہتے ہیں جو دکھی انسان کی مدد کرتے ہیں چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ہو۔''

''مسلمان بابا جی اور دکھی انسانوں کی مدد، چاہے وہ کسی بھی مذہب کے کیوں نہ ہوں وہ کیوں مدد کرتے ہیں۔'' مونی نے حیرانگی سے پوچھا۔

''پتہ نہیں بی بی جی! ان کے پاس مسلمان آئے، ہندو آئے..... عیسائی آئے انہوں نے سب کی مدد کی اور پتہ ہے بی بی جی ان کی شکتیاں دیکھ کر گاؤں کے کئی لوگ مسلمان ہوگئے ہیں، پہلے گاؤں کی مسجد میں چند لوگ ہوا کرتے تھے لیکن اب پانچوں وقت مسجد بھری رہتی ہے۔'' کملا نے بتایا۔

''اچھا.....'' مونی نے حیرانگی سے لفظ ''اچھا'' کو لمبا کیا۔ ''کہیں یہ مسلمان بابا ڈھونگی یا فریبی تو نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی سمے یہ بابا گاؤں کے لوگوں کو نقصان پہنچادے۔''

''ارے نہیں بی بی جی آج تک انہوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا اپنی جھونپڑی میں بیٹھے ''اللہ ہو اللہ ہو'' کرتے رہتے ہیں جب سے بابا جی گاؤں میں آئے ہیں مسلسل بارشیں ہورہی ہیں، پہلے تو ہم بارش کو ترس گئے تھے ساری زمین بنجر ہوجاتی تھی اور اسی کارن گاؤں کے لوگ بھوکے مرجاتے تھے، ان کے آنے سے تو گاؤں کو فائدہ ہوا ہے نقصان نہیں۔'' کملا نے کہا۔

''ایسے ڈھونگی بابا ایسے ہی کرتے ہیں پہلے لوگوں کو فائدہ دیتے ہیں اور پھر اپنا فائدہ حاصل کرلیتے ہیں، ایسے لوگوں پر اندھا دھند وشواس نہیں کرنا چاہئے۔'' مونی نے بظاہر کملا کو سمجھایا۔

''جب آپ بابا جی سے ملیں گی تو آپ کو بھی وشواس ہوجائے گا کہ وہ کتنے عظیم انسان ہیں، مجھے آج بھی یاد ہے جب بابا جی گاؤں میں نئے نئے آئے تھے تو کنوئیں کے پاس بیٹھتے تھے، میں کنوئیں سے پانی بھرنے

جاتی تھی اس سے میری عمر زیادہ نہ تھی بابا جی وہاں دھوپ میں بیٹھے ہر سمے ''اللہ ہو، اللہ ہو'' کرتے رہتے۔

ایک دن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہاں سے دوسرے گاؤں کا ایک لڑکا گھوڑے پر بیٹھا گزر رہا تھا اچانک گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور وہ لڑکا زمین پر جا گرا، لڑکے کے پاؤں پر زبردست چوٹ لگی تھی اور اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا اور وہ گرا بھی بابا جی کے پاس ہی تھا، وہ گھسٹتا ہوا بابا جی کی طرف بڑھ رہا تھا، میں اس سے پانی کا گھڑا سر پر رکھے واپس آ رہی تھی اس سے تک وہ لڑکا بابا جی کے قریب آ چکا تھا۔ ''بب..... بابا ..... بابا جی میری مدد کریں..... مم..... مم..... مجھ سے چلا نہیں جا رہا..... مم..... مم..... میری مدد کریں.....''

تکلیف کے باعث لڑکے سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا..... بابا جی نے آنکھیں کھولیں اور لڑکے کی طرف دیکھا۔ ''مم..... مم..... میری مدد کریں بابا جی ورنہ..... ورنہ تکلیف کے کارن میں مر جاؤں گا۔'' وہ لڑکا بولا۔

بابا جی نے اپنا دایاں ہاتھ لڑکے کی ٹانگ پر رکھا اور ''اللہ اکبر'' کہا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے وہاں سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا میں حیران رہ گئی کیونکہ لڑکے کی ٹانگ سے وہ زخم اس طرح غائب تھا جیسے وہاں کبھی چوٹ لگی ہی نہ ہو، وہ لڑکا حیرت سے اپنی ٹانگ کو دیکھنے لگا اس نے بابا جی کا ہاتھ چوما اور کچھ پیسے بابا جی کی جھولی میں رکھ کر وہاں سے چلا گیا۔

بی بی جی میں تو وہاں سے چلی گئی۔ دوسرے دن جب میں پھر آئی تو میں نے دیکھا وہ پیسے بابا جی کی جھولی میں ویسے ہی پڑے ہوئے تھے تین یا چار دن بعد ایک بھوکا آدمی ان پیسوں کو اٹھا کر بھاگ گیا اور بابا جی نے آنکھ کھول کر ان پیسوں کی طرف دیکھا بھی نہیں اور پھر جب لوگوں پر ان کی شکتیوں کا راز کھلنے لگا تو سارا گاؤں اپنی منتیں فریادیں لے کر بابا جی کے پاس چلا جاتا وہ ہر کسی کی فریاد سنتے اور پھر گاؤں کے ٹھاکر نے ان کے لئے یہ جھونپڑی بنوائی۔ بابا جی ہر آدمی کو اس کے مسئلہ کے حل کے لئے اشارہ دیتے تھے..... یہی نہیں بی بی جی ان کی اور بھی شکتیاں ہیں اگر میں آپ کو بتانے بیٹھ جاؤں تو ختم نہیں ہوں گی۔'' کملا نے کہا۔

''تو یہ جھونپڑی اس بابے کو گاؤں کے ٹھاکر نے بنا کر دی ہے۔'' مونی نے کہا۔

''کیوں بنا کر دی اس کے پیچھے بھی ایک راز ہے.....'' کملا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ کیا؟'' مونی نے پوچھا۔

''ٹھاکر صاحب نے دو شادیاں کی ہیں جی..... پرشاد پہلی پتنی سے ہے وہ پرشاد کو جنم دیتے ہی مر گئی تھی۔ بڑوں کے کہنے پر ٹھاکر صاحب نے دوسری شادی کر لی اس سے پرشاد 12 یا 13 برس کا ہوگا، دوسری پتنی کی شادی کو دو برس ہو گئے لیکن اس کی گود سونی رہی ٹھاکر صاحب نے بابا جی کی شکتیوں کے بارے میں سنا ہوا تھا وہ بھی دل میں ایک آشا لے کر بابا جی کے پاس گئے ٹھاکر صاحب نے دیکھا بابا جی کے سامنے سخت دھوپ میں کئی مرد اور عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، میں بھی اس سے ان عورتوں میں شامل تھی۔ لوگوں نے احتراماً پیچھے ہٹ کر ٹھاکر صاحب کو جگہ دی ٹھاکر صاحب بابا جی کے پاس جا کر زمین پر بیٹھ گئے بابا جی آنکھیں بند کر کے ''اللہ ہو، اللہ ہو'' کر رہے تھے۔

''با..... بابا..... جی میری مدد کریں۔'' ٹھاکر صاحب بابا جی کی طرف دیکھتے ہوئے بولے لیکن بابا جی آنکھیں بند کئے ''اللہ ہو، اللہ ہو'' کرتے جا رہے تھے۔

''مم..... مم..... میں بڑی امیدیں لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ بابا جی۔'' ٹھاکر صاحب نے کہا تو بابا جی نے آنکھیں کھولیں۔

''مجھ سے کیا مانگنے آیا ہے تو، میں تجھے کیا دے سکتا ہوں۔ دینے والا تو وہ اللہ ہے جو تجھے بھی دیتا ہے اور مجھے بھی۔'' بابا جی سخت لہجے میں بولے۔ ''تجھے پہلا بیٹا اس نے دیا ہے تو بیٹی بھی وہی دے گا، اس نے تیرے لئے بھی کچھ سوچ رکھا ہوگا..... جا اللہ خیر کرے گا۔''

بابا جی نے پھر آنکھیں بند کر لیں اور ''اللہ ہو، اللہ ہو'' کرنے لگے ٹھاکر صاحب اٹھے اور وہاں سے چلے گئے۔ اس دن بابا جی نے مجھے ایک چھوٹا سا کاغذ دیا اور کہا۔ ''اپنی ماں کو گھول کر پلا دینا۔'' میں نے گھر جا کر وہ کاغذ پانی میں گھول کر اپنی ماں کو پلا دیا کیونکہ میری ماں بخار میں تپ رہی تھی۔ آپ وشواس کریں میری ماں اسی

وقت اٹھ کر بیٹھ گئی اور آج تک وہ بالکل ٹھیک ہے، اس کے بعد سے لے کر آج تک میری ماں کبھی بیمار نہیں ہوئی۔'' یہاں تک کہہ کر کملا خاموش ہو گئی۔

''اچھا چل چھوڑ یہ بتا کہ بعد میں ٹھاکر کے ساتھ کیا ہوا؟'' مونی نے پوچھا۔

''کئی دن بعد دائی نے ٹھاکر صاحب کو حیرانگی سے بتایا کہ اس کی پتنی امید سے ہے۔'' ٹھاکر صاحب خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے وہ ایک مرتبہ پھر بابا جی کے پاس گئے بابا جی نے بتایا کہ ان کے گھر ایک بیٹی پیدا ہوگی۔ ٹھاکر کے گھر بیٹی پیدا ہوئی جسے دیکھ کر سب حیران رہ گئے وہ اتنی خوب صورت تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔'' یہاں تک کہہ کر کملا خاموش ہو گئی۔ پھر کملا آگے بڑھی اور مونی بھی اس کے پیچھے چل پڑی۔

''اگر اتنے ہی شکتی شالی ہیں یہ بابا جی تو پھر یہ خود اپنی شکتیوں سے اپنے لئے محل کیوں نہیں بنا لیتے..... اس ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں کیوں رہ رہے ہیں۔'' مونی نے کہا۔

''ٹھاکر صاحب نے اپنی حویلی میں بابا جی کو رہنے کے لئے کہا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ کملا نے بتایا۔

''تو کیا مجھے بابا جی سے نہیں ملواؤ گی۔ آخر میں بھی تو دیکھوں بابا جی میں ایسی خاص بات کیا ہے کہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو مسلمان بنا لیا ہے۔'' مونی نے کملا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کل میں آپ کو بابا جی سے ملواؤں گی۔'' کملا نے کہا تو مونی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دونوں اب کافی دور نکل آئی تھیں۔ ''کک..... کملا.....'' مونی نے کملا کو کندھے سے پکڑ کر روکا۔

''جج..... جی..... بی بی جی۔'' وہ رکی اور اس نے حیرت سے مونی کی طرف دیکھا مونی نے مسکراتے ہوئے کملا کو ہاتھ کی چھوٹی انگلی دکھا دی، کملا مسکرائی اور بولی۔ ''تو گھر چلتے ہیں۔''

''اس سے تک تو.....'' مونی نے نچلا ہونٹ دانتوں کے نیچے دباتے ہوئے کہا۔

''کوئی اور جگہ نہیں ہے بی بی جی گھر ہی جانا پڑے گا۔'' کملا نے کہا۔

''تو ایسا کر میں اس درخت کے پیچھے سے ہو کر آتی ہوں۔'' مونی نے ایک بڑے سے درخت کی طرف اشارہ کیا۔

''ارے..... ارے نہیں بی بی جی۔'' کملا گھبراتے ہوئے بولی۔

''کیوں کیا ہوا؟ وہاں تو کوئی نہیں ہے۔'' مونی نے حیرانگی سے کہا۔

''نہیں بی بی جی دراصل اس درخت کے اوپر ایک آسیب کا بسیرا ہے۔'' کملا گھبراتے ہوئے بولی۔

''چل پگلی اتنے جدید دور میں بھی تو ایسی بے تکی باتوں پر وشواس رکھتی ہے۔'' مونی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں بی بی جی یہ جھوٹ نہیں ہے۔ آپ گھر چلئے۔'' کملا نے مونی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''گھر جاتے جاتے تو بس.....'' مونی نے مسکراتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی۔ ''تو چنتا نہ کریں ابھی ہو کر آتی ہوں۔''

مونی تیزی سے درخت کی طرف بڑھی اور کملا۔ ''بی بی جی..... بی بی جی۔'' کہتی رہ گئی۔ تھوڑی دیر بعد مونی مسکراتے ہوئے واپس آ گئی۔ ''لے کملا کچھ ہوا مجھے..... تو تو بس ایسے ہی گھبرا رہی تھی، میں کون سا مرنے کے لئے وہاں گئی تھی دراصل مسئلہ برداشت سے باہر تھا.....'' مونی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا کیا آپ نے بی بی جی، مالکن تو مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گی۔'' کملا کانپتے ہوئے بولی۔

''ارے تو اس طرح کیوں کانپ رہی ہے..... چل اچھا اگر تو زیادہ ہی چنتا کر رہی ہے تو گھر میں نہ تو بتانا اور نہ ہی میں بتاؤں گی۔'' مونی نے اس کی حالت دیکھ کر کہا۔

''یہ آپ نے اچھا نہیں کیا بی بی جی آپ..... آپ بہت بڑی مصیبت میں پھنس سکتی ہیں..... اس..... اس درخت سے تو بابا جی نے بھی دور رہنے کے لئے کہا ہے۔'' کملا نے کہا۔

''ارے کیا تو نے بابا جی، بابا جی کی رٹ لگا رکھی ہے کچھ نہیں ہوتا، چل اب گھر چلتے ہیں۔'' مونی نے کہا۔

''چچ..... چچ..... چلئے۔'' کملا پریشان لہجے میں بولی۔

دونوں اب گھر کی طرف ہولیں۔ ''کملا تو اتنا پریشان کیوں ہوگئی ہے اس میں اتنا پریشان ہونے والی تو کوئی بات ہے ہی نہیں۔'' مونی نے کہا۔

''بب..... بی بی جی آپ نہیں مانتیں گنگا نے بھی اس درخت کے نیچے پیشاب کیا تھا اور دوسرے دن ہی وہ عجیب حرکتیں کرنے لگی تھی۔'' کملا بتا رہی تھی کہ مونی نے اسے ٹوکا۔ ''کیسی حرکتیں۔''

''گھر میں موجود لوگوں کو اس نے مارنا شروع کردیا۔ گھر میں موجود سبھی لوگ پریشان ہوگئے تھے گنگا کی منگنی ہوچکی تھی۔ گنگا کی ماں پریشان ہوگئی کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ اگر گنگا کے سسرال والوں کو پتہ چلا تو غضب ہوجائے گا یعنی وہ تو شادی سے سیدھا سیدھا انکار کردیں گے۔ ٹھاکر کو بھی اس بات کی بھنک لگ گئی بات تو گاؤں میں پھیل چکی تھی۔ لیکن ٹھاکر نے اس سمسیا کا حل یہ بتایا کہ گنگا کو بابا جی کے پاس لے جایا جائے۔ گنگا کی ماں اسے بابا جی کے پاس لے گئی۔

بابا جی نے بڑی آسانی سے گنگا کا آسیب نکال دیا۔ بابا جی نے یہ بتایا کہ وہ آسیب گنگا پر عاشق ہوگیا تھا۔ بابا جی نے گاؤں کی ساری عورتوں کو تاکید کردی کہ کوئی عورت بھی اس درخت کے نیچے نہ جائے چاہے وہ شادی شدہ ہو یا کنواری۔'' کملا یہاں تک کہہ کر چپ ہوگئی۔

''ایک تو ہر جگہ تمہارے یہ بابا جی آن دھمکتے ہیں۔'' مونی بے زار لہجے میں بولی۔

''گاؤں میں بھگوان کے بعد وہی تو ہیں جو سمسیا کا حل بتاتے ہیں۔'' کملا نے کہا۔

''اچھا ایک بات تو بتا کملا مجھے۔'' مونی نے کملا کی طرف دیکھا۔

''کیا بی بی جی۔'' کملا نے مونی کی طرف دیکھا۔

''یہ جو جن، آسیب ہوتے ہیں کنواری لڑکی پر تو عاشق ہوتے ہی ہیں لیکن یہ شادی شدہ عورت پر بھی عاشق ہوتے ہیں یا نہیں۔'' مونی نے مسکراتے ہوئے یہ سوال پوچھا۔

''بی بی جی دل ایسی چیزوں کو نہیں دیکھتا وہ کسی پر بھی آجاتا ہے..... جن شادی شدہ عورتوں پر بھی عاشق ہوتے ہیں..... وہ تو عورت کے حسن پر مرمٹتے ہیں چاہے وہ عورت شادی شدہ ہو یا کنواری۔'' کملا نے کہا تو مونی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

دونوں گھر پہنچیں تو رات کا اندھیرا اجالے پر چھا جانے کے لئے بے چین تھا، گھر میں ابھی بھی رونق میلہ لگا ہوا تھا۔ منوج ایک جگہ ٹیبل پنکھے کے سامنے کھڑا اپنا پسینہ سکھا رہا تھا۔ مونی اس کی طرف بڑھی۔ ''لگتا ہے تھک گئے ہو۔'' مونی نے ہنستے ہوئے منوج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں کام کرنے والا ابھی تو میں اکیلا ہی ہوں..... اچھا خیر چھوڑو یہ بتاؤ کہ گاؤں دیکھ لیا۔'' منوج نے پوچھا۔

''ہاں..... بس دو اہم شخصیات سے ملنا رہ گیا ہے میں کل ملوں گی۔'' مونی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''دو اہم شخصیات.....'' منوج نے حیرانگی سے لفظ دہرایا۔ ''وہ کون سی دو اہم شخصیات ہیں۔''

''ٹھاکر اور گاؤں میں موجود بابا جی۔'' مونی نے کہا۔

''مونی مجھے تو گاؤں والوں کی عقل پر ترس آتا ہے وہ ایک مسلمان بابا پر اتنا وشواس رکھتے ہیں اور بہت سے لوگ تو اس کی وجہ سے مسلمان بھی ہوگئے ہیں..... اور ٹھاکر صاحب بھی اس کی بہت خدمت کرتے ہیں۔'' منوج نے کہا۔

''دراصل منوج گاؤں میں سبھی تو ان پڑھ ہیں اب انہیں برے بھلے کا کیا پتہ.....'' مونی نے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو مونی۔'' منوج نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

کافی دیر گھر میں رونق میلہ لگا رہا اور پھر سب اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے منوج اور مونی بھی فارغ ہوکر اپنے کمرے میں آگئے، دونوں بیڈ پر لیٹ گئے۔ ''منوج ایک دن ہم دونوں کی بھی ایسے ہی شادی ہوئی تھی لیکن اس سے ایسی رسمیں نہیں ہوئی تھیں۔'' مونی نے کہا۔

''اس سے مونی ہم نے شادی کورٹ میں کی تھی۔'' منوج نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔'' جواباً مونی بھی مسکرائی۔

''میں بھگوان کا شکر ادا کرتا ہوں مونی جس نے

مجھے تم جیسی اتنی اچھی پتنی دی، ایسی پتنی جو مشکل سے میں میرے ساتھ کندھے سے کندھا جوڑے میرے ساتھ چلتی رہی۔'' اور پھر وہ مونی کے چہرے پر جھک گیا تو مونی نے شرم سے آنکھیں جھکالیں۔ منوج نے مونی کے ہونٹوں کی طرف اپنے ہونٹ بڑھائے ہی تھے کہ کمرہ اچانک چٹاخ کی آواز سے گونج اٹھا..... منوج حیرانگی سے اپنا گال سہلا رہا تھا تھپڑ بڑا زوردار تھا، یہ تھپڑ کسی اور نے نہیں بلکہ مونی نے مارا تھا!!!

''دور رہ مجھ سے ورنہ تجھے چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا۔'' مونی کے منہ سے ایک خوفناک مردانہ آواز نکلی اور منوج کی حیرت میں مزید اضافہ ہوگیا۔

☆.....☆.....☆

عصر کی نماز اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد سارے نمازی اور امام صاحب دائرے میں بیٹھ گئے۔ رحیم اٹھا اور باہر کی طرف جانے لگا۔ ''امام صاحب اب کیا کیا جائے قصبے سے کئی نوجوان غائب ہوگئے ہیں۔ اس طرح تو قصبے میں موجود سبھی نوجوان غائب ہوجائیں گے۔'' ایک آدمی نے امام صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

رحیم ٹھٹک کر رکا وہ واپس مڑا اور اس دائرے میں جاکر بیٹھ گیا۔ ''بات تو فکر والی ہے عبداللہ، پر یہ تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ نوجوان غائب کیسے ہوتے ہیں اب کچھ دن پہلے ہی تو دینا ناتھ کا بیٹا غائب ہوگیا۔ بڑا خوب صورت نوجوان تھا۔'' امام صاحب افسردہ لہجے میں بولے۔ ''امام صاحب! دینا ناتھ کی بیوی کا تو رو رو کر برا حال ہوگیا ہے۔'' ایک آدمی اور بولا۔

''حیرانگی والی بات یہ ہے کہ یہ نوجوان جاتے کہاں ہیں۔'' ایک اور آدمی بولا۔

''امام صاحب میرے بیٹے کے لئے دعا کریں وہ کاشی ناتھ کی بیٹی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے کہتا ہے میں سندیا سے محبت کرتا ہوں اور اسی سے شادی کروں گا اگر میری شادی اس سے نہ ہوئی تو میں مرجاؤں گا۔'' ایک آدمی دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

''تم نے اپنے بیٹے کو سمجھایا نہیں لیاقت۔'' امام صاحب نے اس آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سمجھایا تھا امام صاحب، پہلے تو وہ لڑکیوں سے بڑا بھاگتا تھا لیکن اب۔'' اتنا کہہ کر لیاقت اپنے آنسو صاف کرنے لگا۔

''صبر کرو لیاقت، اللہ سب اچھا کرے گا آؤ ہم سب مل کر اللہ کے حضور لیاقت کے بیٹے اور ان نوجوانوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔'' اتنا کہہ کر امام صاحب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو باقیوں نے بھی ان کا ساتھ دیا جن میں رحیم بھی شامل تھا۔

''آپ لوگوں نے پولیس کو خبر کی.....'' دعا کے بعد رحیم نے امام صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''پولیس بیچاری تو ساری ساری رات پہرہ دیتی ہے مگر انہیں کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔'' امام صاحب نے بتایا تو رحیم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر سب لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف ہولئے۔

رحیم ایک ہوٹل میں چلا گیا اور بیرے کو کھانے کا آرڈر دیا۔ تھوڑی دیر بعد بیرا کھانا لے آیا۔ ''تمہارا نام کیا ہے بھئی۔'' رحیم نے بیرے سے اس کا نام پوچھا۔

''جی میرا نام رامو ہے۔'' لڑکے نے بتایا۔

''رامو یہ جو گاؤں سے نوجوان غائب ہو رہے ہیں یہ سلسلہ کب سے شروع ہے۔'' رحیم نے پوچھا۔

''صاحب جی زیادہ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب سے وہ مندر والا پجاری اس قصبے میں آیا ہے تب سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے۔'' رامو نے عجیب بات بتائی۔

''مندر والا پجاری۔'' رحیم نے حیرانگی سے کہا۔

''جی ہاں مندر والا پجاری، کافی پرانا مندر تھا لیکن اب تو وہ مندر کھنڈر بن چکا ہے گاؤں والوں نے ایک نیا مندر علیحدہ جگہ پر بنالیا ہے پچھلے پندرہ بیس دنوں سے اس مندر میں ایک پجاری رہ رہا ہے تب سے ہی نوجوان لڑکوں کے غائب ہونے کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور جو نوجوان غائب ہوا وہ دو تین دن پہلے اس پجاری سے ضرور ملا تھا۔'' رامو نے بتایا۔

''تم یہ سب باتیں کیسے جانتے ہو۔'' رحیم نے پوچھا۔

''میں جب گھر جاتا ہوں تو اسی مندر کے پاس سے گزرتا ہوں..... یعنی وہ مندر میرے گھر کے راستے میں

آتا ہے جی۔'' رامو نے کہا۔

''رامو یہ لیاقت کے لڑکے کا کیا چکر ہے۔'' رحیم نے کہا۔

''وہ جی کاشی ناتھ کی بیٹی سندیا کے پیچھے پڑا ہوا ہے بہت سندر لڑکی ہے جی۔ پرسوں لیاقت نے دونوں کو جھیل کے کنارے باتیں کرتے ہوئے پکڑ لیا اور بیٹے کو مارتا ہوا گھر تک لایا۔'' رامو نے بتایا۔

''ہوں..... تو کیا سندیا اچھی لڑکی ہے۔'' رحیم نے پوچھا۔ ''پہلے تھی۔'' رامو نے عجیب سا جواب دیا۔

''پہلے تھی کیا مطلب.....'' رحیم حیرانگی سے بولا۔

''پہلے تو سندیا کسی کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی تھی لیکن تھوڑے دنوں سے وہ گاؤں کے ہر لڑکے کو لفٹ کراتی ہے پتہ نہیں اسے کیا ہوگیا ہے۔ ہاں یاد آیا جب سے وہ پجاری آیا ہے تب سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے اس میں کوئی راز ہے۔'' رحیم بڑبڑایا۔

''کچھ کہا صاحب آپ نے۔'' رامو نے کہا۔

''ہوں۔'' رحیم چونکا۔ ''نہیں کچھ نہیں۔''

''سندیا کو ایک دن پہلے میں نے دینا ناتھ کے بیٹے کے ساتھ جھیل کنارے بھی دیکھا تھا۔''

رامو نے عجیب بات بتائی۔

''اوہ.....'' حیرت کے باعث رحیم کے منہ سے نکلا۔

''اچھا رامو اب تم جاؤ معلومات دینے کے لئے شکریہ۔'' رحیم نے کچھ پیسے رامو کو تھماتے ہوئے کہا اور رامو خوشی خوشی واپس چلا گیا۔ رحیم کھانے میں مصروف ہوگیا اس نے سوچا تھا کہ وہ آج رات یہیں رہ کر اس پہیلی کو سلجھائے گا۔

مغرب کی نماز کے بعد اس نے ایک ہوٹل میں کمرہ لیا۔ خوش قسمتی سے اسے کمرہ بھی وہ ملا جس کی کھڑکی سندیا کے گھر کی طرف کھلتی تھی کچھ دیر کے لئے وہ بیڈ پر لیٹا اور ساری باتوں پر غور کرنے لگا۔ آخر کار وہ ایک فیصلے پر پہنچا۔ وہ اٹھا اور کھڑکی کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ گھڑی کی دونوں سوئیاں تیزی سے دوڑ لگا رہی تھیں پھر وہ دونوں سوئیاں بارہ کے ہندسے پر ٹک گئیں، تبھی کاشی ناتھ کے دروازے پر ایک نوجوان لڑکا آ کر رکا..... رحیم نے کھانا کھانے کے بعد رامو سے مزید معلومات بھی حاصل کی تھیں اسے پتہ چلا تھا کہ کاشی ناتھ کا کچھ مہینے پہلے دیہانت ہو چکا تھا۔ ماں کو مرے تو مدت ہو چکی تھی سندیا کاشی ناتھ کی اکلوتی بیٹی تھی۔

اس نوجوان نے دروازے پر دستک دی تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک لڑکی باہر نکلی لڑکا تیزی سے لڑکی کے گلے لگ گیا دونوں وہاں کھڑے کافی دیر باتیں کرتے رہے اور پھر ایک طرف چل پڑے رحیم نے کھڑکی کے پٹ بند کئے اور تیزی سے کمرے سے باہر نکلا اور ہوٹل سے باہر نکل آیا لڑکا اور لڑکی جو کہ راشد اور سندیا تھے دونوں ایک سنسان راستے سے گزر رہے تھے۔

12 کا وقت ویسے بھی گاؤں میں کافی وقت ہوتا ہے رحیم بڑے محتاط انداز میں ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ یہ پہلی دفعہ تھا کہ وہ کوئی مسئلہ خود ہی حل کرنے کا سوچ رہا تھا ورنہ بابا جی اس کی کافی رہنمائی کر دیتے تھے لیکن وہ مطمئن تھا اسے یقین تھا کہ بابا جی اس کے کام سے ضرور خوش ہوں گے۔ وہ دونوں اب ایک مندر میں داخل ہوگئے جو مندر کم اور کھنڈر زیادہ لگ رہا تھا۔ رحیم کافی دیر باہر کھڑا ان کا انتظار کرتا رہا مگر دونوں میں سے کوئی بھی باہر نہ آیا تو اس نے اللہ کا نام لیا اور مندر میں داخل ہوگیا۔ اندر ایک عجیب قسم کی بدبو پھیلی ہوئی تھی ایک جگہ رحیم کو سندیا زمین پر گری ملی اس نے دیکھا وہ مکمل طور پر بے ہوش تھی۔ رحیم نے اسے چھوڑا اور آگے بڑھا ایک کمرے میں اسے کسی کے بولنے کی آواز سنائی۔ رحیم اس طرف بڑھا۔ رحیم نے دیکھا اس کمرے میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا پاس ہی راشد زمین پر ایک دائرے میں بے ہوش پڑا ہوا تھا سامنے کالی دیوی کا مجسمہ تھا۔

بوڑھے کے ہاتھ میں ایک تیز دھار چھرا تھا۔ ''اے دیوی ماتا آج تیرے چرنوں میں، میں یہ آخری بلی دے رہا ہوں اس کے بعد میں ایک شکتی شالی بن جاؤں گا۔ میری یہ آخری بلی سویکار کر اور مجھے شکتی شالی بنا۔'' اتنا کہہ کر بوڑھے نے زمین پر لیٹے راشد کی گردن پر چاقو رکھا۔

''رک جاؤ۔'' رحیم گرجا۔ بوڑھے کے ہاتھ تیزی

سے رک گئے، اس نے گھوم کر رحیم کی طرف دیکھا اس کی حیرت کا کیا پوچھنا۔

''کک..... کک..... کون ہے تو.....'' بوڑھے نے حیرانگی سے پوچھا۔

''تیری موت۔'' رحیم گرجتے ہوئے بولا۔ رحیم نے جیب سے ریوالور نکال لیا تھا۔

''میری موت.....'' بوڑھا قہقہے لگانے لگا۔ ''موت کے روبرو کھڑا ہو کر تو کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے..... تو یہاں آ تو گیا ہے پر زندہ واپس نہیں جائے گا۔''

''میں جاؤں گا اور ضرور جاؤں گا..... ساتھ میں اس لڑکے اور لڑکی کو بھی لے کر جاؤں گا۔'' رحیم نے ریوالور کا رخ اس بوڑھے کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

''تجھے شاید معلوم نہیں مجھ میں ایسی شکتیاں آ چکی ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی ہتھیار اب مجھ پر اثر نہیں کر سکتا..... میں نے اس لڑکی کے ذریعے اب تک کئی نوجوانوں کا خون دیوی ماتا کے چرنوں میں بہایا ہے۔'' بوڑھے نے کہا۔

''اوہ..... تو سندیا کا دماغ تمہارے قبضے میں تھا.....'' رحیم نے حیرانگی سے کہا۔

''ہاں اس لڑکی کا دماغ میرے قبضے میں ہے۔ گاؤں میں موجود خوب صورت نوجوانوں کو اپنے جال میں پھانستی اور پھر یہاں لے آتی ہے۔ آج اس نوجوان کا خون آخری بھینٹ ہے۔ لیکن اب تیرا خون بھی میں دیوی ماتا کے چرنوں میں ڈالوں گا۔'' بوڑھا زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''ظالم انسان تو نے اپنی شکتی کے لئے کتنے گھر اجاڑ دیئے..... میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' اتنا کہہ کر رحیم نے دو تین فائر بوڑھے پر کر دیئے۔ دوسرا لمحہ حیران کن تھا بوڑھا صحیح سلامت کھڑا تھا۔

''میں نے کہا تھا نا لڑکے یہ کھلونا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔'' بوڑھا قہقہے لگاتے ہوئے بولا۔

''تو ٹھیک ہے اب میں تجھ پر جوار کرنے جا رہا ہوں اس سے تو کسی بھی حالت میں نہیں بچ سکتا۔'' رحیم نے اتنا کہہ کر اپنے گلے میں پہنا ہوا لاکٹ اتار کر بوڑھے کی طرف اچھال دیا۔ لاکٹ پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا لاکٹ سے سفید رنگ کی روشنی خارج ہوئی اور بوڑھے پر جا گری۔ بوڑھے کی چیخوں سے پورا کمرہ گونج اٹھا۔ بوڑھے کے جسم میں یکدم آگ بھڑک اٹھی بوڑھا چیختا ہوا زمین پر ڈھیر ہوگیا دیوی ماتا کا وہ مجسمہ بھی زمین پر آ گرا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں بوڑھے کی آگ میں جھلسی ہوئی لاش پڑی ہوئی تھی۔

راشد کو ہوش آ چکا تھا۔ رحیم نے اسے ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ دوسری طرف سندیا بھی ہوش میں آ چکی تھی۔ رحیم نے اسے بھی ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ ''آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ہمیں اتنی بڑی مصیبت سے بچا لیا۔'' راشد اور سندیا نے کہا۔ رحیم نے صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کیا۔

''تو کیا اب تم سندیا سے شادی کرو گے۔'' رحیم نے راشد سے پوچھا۔ ''میں سندیا جیسی خوب صورت لڑکی کو ٹھکرانا تو نہیں چاہتا پر میں کسی اور سے محبت کرتا ہوں وہ میری خالہ کی بیٹی ہے سندیا سے شادی کے لئے میرا باپ بھی نہیں مانے گا۔'' راشد نے کہا۔

''تم تو سندیا سے شادی کے لئے اپنے باپ سے بھی جھگڑے تھے۔'' رحیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ تو میں اس بوڑھے کی وجہ سے سندیا سے محبت کرتا تھا۔'' راشد بھی مسکراتے ہوئے بولا۔

''مجھے خوشی ہے راشد کہ تمہارے دل میں اپنے باپ کے لئے عزت ہے۔'' رحیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''سندیا تم گاؤں میں موجود اپنے مذہب کے کسی لڑکے سے شادی کر لینا۔'' رحیم نے سندیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ساری حقیقت جاننے کے کارن مجھ سے کوئی شادی نہیں کرے گا۔ گاؤں والوں کی نظروں میں اب میں بدنام تو ہو ہی چکی ہوں..... کوئی ہندو لڑکا مجھ سے شادی نہیں کرے گا ہمارے مذہب میں تو ویسے بھی عورت کو کھلونے کی طرح استعمال کیا جاتا ہے جب بھی میری شادی کا سوال اٹھے گا تو لوگ طرح طرح کی باتیں کریں گے انگلیاں اٹھائیں گے۔'' سندیا بھرائی ہوئی آواز میں بولتی چلی گئی۔

''تو..... تو پھر میں میں کیا کر سکتا ہوں سندیا۔'' رحیم الجھن آمیز لہجے میں بولا۔

"تت..... تت..... تم کرو گے مجھ سے شادی۔" سندیا نے کہا۔

"کیا.....!" رحیم حیرت سے جیسے چلایا راشد بھی کم حیران نہیں تھا۔

"ہاں تم..... کیونکہ تم میرے بارے میں سب کچھ جانتے ہو اور ویسے بھی تم ایک کھرے انسان ہو جو بنا کسی مطلب کے دوسروں کی مدد کرتا ہے، میں ایسے ہی انسان سے بیاہ کرنا چاہتی ہوں۔" سندیا نے کہا۔

"لیکن میں ایک مسلمان ہوں سندیا اور تمہارے مذہب کے لوگ کیا کہیں گے۔" رحیم نے کہا۔

"کچھ بھی کہیں، لوگوں کو تو باتیں بنانے کی عادت ہوتی ہے۔ مذہب کو مہرہ بنا کر وہ لوگوں پر اتیا چار کرتے ہیں مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے تم بولو مجھ سے شادی کرو گے اور ویسے بھی ہمارے مذہب میں اجازت ہے کہ ایک مسلمان کسی دوسرے مذہب کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے۔" سندیا نے کہا۔

"ہاں وہ تو ہے پر سندیا میں کیا ہوں وہ تو جان لو۔" اتنا کہہ کر سندیا کو رحیم نے اپنے متعلق تمام باتیں تفصیل سے بتادیں۔

"بابا جی دکھی لوگوں کی مدد کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دکھی لوگوں کی مدد کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اللہ خوش ہوجائے تو زندگی کا مقصد صحیح معنوں میں پورا ہوجاتا ہے..... میں ان کی کہی ہوئی باتوں پر عمل کرتا ہوں اور ان کا حکم مان کر مجھے دلی سکون ملتا ہے تمہیں بھی میری طرح ان کا ہر حکم ماننا ہوگا۔" رحیم نے کہا۔

"میں ایسے عظیم انسان سے ملنے کے لئے بے تاب ہوں جو بنا کسی مطلب کے لوگوں کی مدد کرتا ہے۔" سندیا نے کہا۔ "تو ٹھیک ہے ہم گاؤں کے امام صاحب کو ساری بات بتادیتے ہیں وہ بھی ہمیں کوئی اچھا مشورہ دیں گے۔" رحیم نے کہا تو سندیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆.....☆.....☆

"اگر کوئی میرے قریب آیا تو میں اسے کچا چبا جاؤں گا۔" مردانہ آواز میں مونی زنجیروں میں مچلتے ہوئے بولی۔ "یہ کیا ہوگیا مونی کو ماں۔" منوج پریشانی سے بولا۔

"پتر میری تو خود سمجھ سے بالاتر ہے کہ اسے ہو کیا گیا ہے۔" منوج کی ماں چھنو روتے ہوئے بولی۔ "ماں مونی نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو میں حیران رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی دہشت تھی اس کی آواز بھی اپنی نہیں بلکہ یہ تو مردانہ آواز ہے، وہ تو مجھے مار ہی ڈالتی اگر میں ٹھیک سمے پر کمرے سے باہر نہ نکل آتا۔" منوج نے کہا۔

ایک طرف کھڑی کملا بری طرح کانپ رہی تھی۔

"پتر اب کیا کریں..... صبح بارات بھی آنے والی ہے لوگ تو طرح طرح کی باتیں کریں گے۔" چھنو روتے ہوئے بولی۔

"ماں میں تو خود پریشان ہوں۔" منوج پریشان ہوتے ہوئے بولا۔

"ابھی تو بات گھر تک ہی ہے صبح ہوتے ہی ساری بات گاؤں میں پھیل جائے گی اور پھر۔" چھنو بات ادھوری چھوڑ کر رونے لگی۔

"ماں تو چنتا نہ کر بھگوان سب ٹھیک کردے گا۔" منوج نے اپنی ماں کو حوصلہ دیا مگر اندر سے وہ بھی ٹوٹ چکا تھا کیونکہ اگر صبح جوان بہن کی بارات واپس چلی گئی تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔

"بب..... بھیا۔" ایک طرف کھڑی کاویری نے منوج کو پکارا۔

"ہوں۔" منوج نے اپنی بہن کی طرف دیکھا۔

"مم..... مم..... مجھے تو لگتا ہے بھابھی پر کسی آسیب نے بسیرا کرلیا ہے۔" کاویری نے کہا۔

"چل بیوقوف کیسی عجیب باتیں کررہی ہے تو۔" منوج یکدم بھڑک اٹھا۔

"پتر غصہ نہ کر..... لگتا ہے وہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہے..... سن کاویری تو بالکل بھی مونی کے قریب نہیں جائے گی، جا اپنے کمرے میں چلی جا۔" چھنو پہلے منوج اور پھر کاویری کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

کاویری خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چل دی اور منوج بے چارہ بے بسی سے چھنو کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ اسے اپنی ماں کی یہ بات بالکل بھی پسند نہیں آئی تھی۔ "پتر میں مانتی ہوں مونی شہر میں پلی بڑھی ہے پر تو اسے گاؤں کے طور طریقے نہیں سکھا سکتا تھا مجھے پتہ چلا ہے وہ آج

سارا دن گاؤں میں ننگے سر گھومتی رہی ہے۔ سارا گاؤں حیرانگی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا جب ننگے سر اور عجیب ڈھنگ کے کپڑے پہنے گی تو ضرور کوئی آسیب پیچھے لگ جائے گا۔" چھنو بغیر لگام کے بولتی چلی گئی۔

"ماں کیسے بول رہی ہے تو..... شہر میں سبھی لڑکیاں ایسے ہی گھومتی ہیں۔" منوج منہ بناتے ہوئے بولا۔

"چل اگر ایسے ہی گھومتی ہیں تو پھر دیکھ لے نتیجہ۔" چھنو بولتی جارہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا ماں مونی کو، میں ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں ویسے ہی دورہ پڑ گیا ہوگا۔" منوج نے کہا۔

"کوئی دورہ نہیں پڑا اسے اس کی آنکھیں دیکھی ہیں تو نے..... اگر اسے زنجیروں سے نہ باندھتے تو پتہ نہیں کتنوں کو نقصان پہنچا دیتی..... اور یہ گاؤں دیکھنے کس کے ساتھ گئی تھی۔" چھنو کی تیز نظروں نے کملا کو گھورا۔ "ادھر آ تو....."

کملا بیچاری کانپتی ٹانگوں کے ساتھ چھنو کے پاس آئی۔ "جج..... جی ماں....." وہ لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کہاں کہاں لے کے گئی تھی مونی کو۔" چھنو آنکھیں نکالتے ہوئے بولی۔

"وہ..... وہ..... سارا گاؤں دکھایا تھا بی بی جی کو۔" کملا بے چاری ڈرتے ہوئے بولی۔

"کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہوئی تھی اس سے۔" چھنو نے پوچھا۔

"وہ..... وہ جی..... بب..... بی بی جی نے گاؤں کے آخر..... پپ..... پر موجود..... در..... درخت..... درخت کے نیچے پیشاب کیا تھا۔" کملا نے ڈرتے ڈرتے بتا ہی دیا۔

"کیا.....؟" چھنو چلائی۔ جیسے کہ چھنو کو بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"کیا ہوا ہے ماں تجھے..... اتنا چلا کیوں رہی ہے۔" منوج گھبرا کر بولا۔

"ارے کلموہی اسے تو عقل نہ تھی تجھے تو سارا کچھ پتہ تھا، تو اسے گھر نہیں لاسکتی تھی۔" چھنو نے کملا کا سر پکڑ کر غصے سے گھماتے ہوئے کہا۔

"وہ..... وہ میں نے کہا تھا پر..... بی بی جی نہیں مانیں۔" کملا روتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوگیا ہے ماں تجھے وہ گاؤں کا آخر تھا..... اگر مونی نے ایسا کر بھی لیا تو کیا ہوا....." منوج نے بے زار لہجے میں کہا۔

"یہ ہوا ہے۔ اس پر واقعی آسیب کا بسیرا ہے اس درخت پر ایک آسیب رہتا ہے گنگا نے بھی اسی درخت کے نیچے پیشاب کیا تھا اس پر بھی آسیب چڑھ دوڑا تھا۔ تب بابا جی نے ہی وہ آسیب نکالا تھا اور اسی وقت بابا جی نے گاؤں کی ہر لڑکی کو اس درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا..... اب..... اب کیا ہوگا پتر، سویرے کاویری کی بارات بھی ہے بڑا غضب ہوجائے گا..... ایسا کرتے ہیں اس کو بابا جی کے پاس لے چلتے ہیں اب وہی کچھ کرسکتے ہیں۔" چھنو نے کہا۔

"کیسی بہکی بہکی باتیں کررہی ہے تو ماں یہ آسیب وسیب اب نہیں ہوتے یہ صرف قصے کہانیوں تک ہی محدود ہیں ابھی کچھ دیر میں ٹھیک ہوجائے گی مونی۔" منوج نے کہا۔

"نہیں پتر اب تو مجھے پکا وشواس ہوگیا ہے اب بابا جی ہی کچھ کرسکتے ہیں۔" چھنو نے کہا۔

"تو کیسی باتیں کررہی ہے ماں..... وہ ایک مسلمان ہے تو اپنی بہو کو اس مسلمان کے پاس لے کر جائے گی وہ ایک مسلمان ہے وہ ہماری کیا مدد کرے گا۔" منوج غصے سے بولا۔

"نہیں پتر وہ کسی کی مدد یہ جان کر نہیں کرتے کہ وہ مسلمان ہے یا ہندو۔ وہ ہر ایک کی مدد کرتے ہیں دیکھنا آسانی سے یہ آسیب نکال دیں گے۔" چھنو نے منوج کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کیا ماں تو بھی، میں نہیں لے کر جاؤں گا اسے اس بابا کے پاس میرا دل نہیں مانتا..... تجھے کاویری کی بارات کی چنتا ہے ناں! میں مونی کو اس کمرے میں زنجیروں میں بندھے رہنے دوں گا اور پھر اسے کسی ڈاکٹر کو چیک کروالوں گا۔" منوج بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"پتر تو میری بات کیوں نہیں سمجھتا۔ بات صرف کاویری کی نہیں بلکہ مونی کی بھی ہے وہ پتہ نہیں کتنی تکلیف

میں ہوگی۔'' چھنو نے منوج کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''نہیں ماں میں موہنی کو اس بابا کے پاس نہیں لے کر جاؤں گا مجھے وشواس ہے کہ یہ کسی بھی طرح آسیب کا چکر نہیں ہے صبح کاویری کی بارات جانے کے بعد میں اور موہنی یہاں سے چلیں جائیں گے، شہر میں بہت اچھے اچھے ڈاکٹرز موجود ہیں وہ اس کا علاج کریں گے۔'' منوج نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''لیکن۔''

''لیکن ویکن کچھ نہیں ماں بس موہنی کو اس مسلمان بابا کے پاس نہیں لے کر جاؤں گا۔''

منوج اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور چھنو بے چاری بے بسی کے عالم میں اسے دیکھی رہ گئی۔

☆.....☆.....☆

جھونپڑی کا پردہ ہٹا، رحیم اور سندیا اندر داخل ہوئے فجر کی نماز کا وقت تھا اور بابا جی فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ رحیم نے کہا۔ ''تم بیٹھو میں مسجد میں نماز ادا کر کے آتا ہوں۔'' اور وہ جھونپڑی سے باہر نکل گیا وہ گاؤں کی مسجد میں نماز ادا کرنے گیا تھا۔ سندیا ایک سائیڈ پر بیٹھ گئی بابا جی بھی نماز پڑھ چکے تھے اور اب اونچی آواز میں آنکھیں بند کئے ذکر کر رہے تھے۔ سندیا بڑی گہری نظر سے بابا جی کی طرف دیکھ رہی تھی عجیب سی کشش تھی ان کے چہرے میں اسی وقت جھونپڑی کا پردہ ہٹا اور رحیم اندر داخل ہوا۔

تھوڑی دیر بعد بابا جی بھی فارغ ہو گئے۔ ''السلام علیکم بابا جی۔'' رحیم نے کہا۔

''وعلیکم السلام'' بابا جی مسکرائے دونوں بابا جی کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔

''بابا جی میں آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔'' رحیم گردن جھکائے ہوئے بولا۔

''معافی..... کیسی معافی بیٹا۔'' بابا جی مسکرائے۔ انہوں نے ایک نظر سندیا پر بھی ڈالی تھی۔ وہ گردن جھکائے بیٹھی تھی۔

''میں نے دو کام آپ کی اجازت کے بغیر کئے ہیں۔'' رحیم بولا۔

''تو بیٹا اس میں معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے میں جانتا ہوں وہ دونوں کام تم نے اچھائی کے لئے کئے ہیں اور اچھے کام کرنے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی مجھے تو خوشی اس بات کی ہے کہ تم نیکی کا کام بھی میرے کہنے کے بغیر کرتے ہو۔'' بابا جی خوش ہوتے ہوئے بولے تو رحیم کے چہرے پر بھی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

''بابا یہ سندیا جو کہ اب بنام فاطمہ میری بیوی ہے۔'' رحیم نے فاطمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بابا جی نے فاطمہ کی طرف دیکھا۔ ''ماشاء اللہ..... اللہ نے تجھے ایک نیک اور وفادار بیوی سے نوازا ہے۔'' بابا جی نے مسکراتے ہوئے فاطمہ کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''بابا جی اب یہ یہیں رہے گی۔'' رحیم نے کہا تو بابا جی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆.....☆.....☆

بارات آ چکی تھی۔ منوج نے کافی اچھا انتظام کیا تھا۔ گاؤں کے تقریباً سبھی لوگوں نے شرکت کی تھی ٹھاکر اور اس کا بیٹا پرشاد بھی آیا تھا۔ موہنی کمرے میں زنجیروں سے بندھی تھی۔ منوج اداس سا کاموں میں مصروف تھا۔ دولہے کی بھابیوں اور بہنوں کا جھنڈ کاویری کے کمرے میں موجود تھا وہ کاویری کی تعریف پر تعریف کئے جا رہی تھیں لیکن کاویری کا چہرہ موہنی کی وجہ سے اداس تھا۔ چھنو بے چاری بھی باہر مہمانوں کے استقبال میں مصروف تھی اسے فکر تھی کہ کوئی موہنی کے کمرے کی طرف نہ چلا جائے۔

ادھر دولہا منڈپ میں آ کر بیٹھ چکا تھا اور پنڈت نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ ''کنیا کو بلائیے سمے بیتا جا رہا ہے۔'' پنڈت نے چھنو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی اچھا۔'' چھنو اٹھنے لگی تو دولہا کی ماں نے اسے کندھے سے پکڑ کر بٹھا دیا۔ ''آپ بیٹھئے میں لاتی ہوں اپنی بہو کو اب وہ آپ کی نہیں ہماری بیٹی ہے۔'' دولہا کی ماں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں جی کوئی بات نہیں، میں لے آتی ہوں۔'' چھنو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں..... نہیں بیٹھئے..... دولہا کی ماں نے کہا اور اٹھ کر اندر کی طرف چل دی۔ چھنو کے چہرے پر پریشانی نے اپنا بسیرا کر لیا، دولہا کی ماں کاویری کے کمرے میں

داخل ہوئی۔ ''ارے بھئی چاند کا ٹکڑا ہے میری بہو تو.....'' دولہا کی ماں ہاتھوں کو گھما کر سر پر لگاتے ہوئے بولی۔ ''بھائی کی تو قسمت نکھر گئی۔'' دولہا کی بڑی بہن بولی۔

''ارے جی دیور جی کی زندگی میں تو اجالا ہی اجالا ہو گیا۔'' بڑی بھابھی بولی۔ ''اچھا اب لے آؤ بہو کو سمے بیتا جا رہا ہے۔'' دولہا کی ماں نے کہا..... ''آپ چلئے ہم ابھی لے کر آتے ہیں۔'' دولہا کی چھوٹی بہن بولی تو ماں اثبات میں سر ہلا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

''دیکھو..... مم..... مم..... مجھے اس کمرے سے باہر نکالو۔'' دولہے کی ماں ٹھٹک کر رکی یہ آواز اسے ایک کمرے میں سے سنائی دی تھی۔ دولہا کی ماں نے حیرانگی سے اس کمرے کی طرف دیکھا۔ ''دیکھو..... دیکھو مجھے باہر نکالو..... ان لوگوں نے مجھے اس کمرے میں قید کر رکھا ہے۔'' اندر سے آواز آئی تو دولہا کی ماں نے دیکھا کمرے کی صرف کنڈی لگائی گئی تھی۔ اس نے کنڈی کھولی اور کمرے کا دروازہ کھولا۔ اندر ایک خوب صورت لڑکی زنجیروں کی لپیٹ میں تھی۔

''کک..... کک..... کون ہو تم۔'' دولہا کی ماں نے حیران کن لہجے میں پوچھا۔

''میں..... میں منوج کی پتنی۔'' موہنی بولی۔

''کک..... کیا۔'' دولہا کی ماں جیسے چلائی۔

''لل..... لل..... لیکن چھنو جی نے تو کہا تھا کہ تم ضروری کام کی وجہ سے شہر گئی ہو۔''

''جھوٹ بولتی ہیں وہ۔ انہوں نے پتہ نہیں کس کارن مجھے زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔'' موہنی نے کہا۔ ''آپ میری Help کریں اور یہ زنجیریں کھولیں۔''

دولہا کی ماں بوجھل بوجھل قدموں کے ساتھ آگے بڑھی اور اس نے زنجیر کا لاک کھولا۔ ''لیکن بیٹا وہ تم پر اتنا ظلم کیوں کرتے ہیں۔'' دولہا کی ماں نے پوچھا۔ ''تو کون ہوتی ہے پوچھنے والی۔'' موہنی کا لہجہ یکدم بگڑ گیا۔

دولہا کی ماں نے حیرانگی سے موہنی کی طرف دیکھا اب وہ زنجیروں کی قید سے آزاد کھڑی تھی اور دولہا کی ماں کو بری طرح گھور رہی تھی۔ ''یہ..... یہ..... بیٹی تم بول کس طرح رہی ہو۔'' دولہا کی ماں حیرانگی سے موہنی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''تجھے کیا میں جس طرح بولوں میری مرضی۔'' موہنی کے منہ سے اس دفعہ مردانہ آواز خارج ہوئی۔ موہنی آگے بڑھی اور دولہا کی ماں کو ایک زوردار دھکا دیا تو وہ چیختی ہوئی کمرے سے باہر جا گری۔ چیخ کی آواز سن کر دولہا کی بہنیں اور بھابیاں کمرے سے باہر نکل آئیں۔ جن میں چھنو بھی شامل تھی۔ کاویری بھی باہر نکل آئی تھی۔ موہنی اب کمرے سے باہر آ چکی تھی۔ ''ارے یہ تو چھنو کی بہو ہے۔ پر چھنو نے تو ہمیں بتایا تھا کہ یہ ضروری کام کے کارن شہر گئی ہوئی ہے۔'' گاؤں کی ایک عورت حیرانگی سے بولی۔

''میں اسے مار ڈالوں گی۔'' موہنی مردانہ آواز میں بولی۔ اس کا اشارہ دولہا کی ماں کی طرف تھا۔ ''اف بھگوان..... یہ مردانہ آواز میں کیوں بول رہی ہے۔'' ایک عورت حیرانگی سے بولی۔

''مم..... موہنی۔'' منوج تیزی سے موہنی کی طرف بڑھا اب مرد حضرات بھی چھنو کے گھر آ چکے تھے۔ جن میں دولہا میاں بھی شامل تھے۔ ''چھنو تو تو کہہ رہی تھی کہ میری بہو شہر گئی ہوئی ہے۔ لیکن یہ تو اس کمرے میں بند تھی۔'' گم صم کھڑی چھنو کے پاس کھڑی ایک موٹی سی عورت نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ چھنو کوئی جواب دیتی اسی وقت ایک چیخ کی آواز سنائی دی۔ سب اس طرف متوجہ ہوئے۔

یہ چیخ منوج کی تھی۔ موہنی نے اسے بڑے زوردار انداز میں دھکا دیا تھا۔ ''اگر کوئی میرے قریب آیا تو میں اسے ختم کر دوں گی۔'' موہنی انگارے اگلتی آنکھوں سے سب کو گھورتے ہوئے بولی۔ آواز مردانہ تھی۔ ''مم..... مم..... مجھے تو لگتا ہے اس لڑکی پر آسیب کا بسیرا ہے۔'' ایک عورت نے خدشہ ظاہر کیا۔

''ہاں..... ہاں اس پر آسیب کا بسیرا ہے۔'' کئی عورتوں نے اس عورت کا ساتھ دیا۔ موہنی آگے بڑھی اور ایک عورت کو پکڑ کر اس کا گلا دبانے لگی۔ ''بب..... بب بچاؤ۔'' اس عورت نے چیختے ہوئے کہا۔ عورت کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ کچھ نوجوان آگے بڑھے اور موہنی کو قابو کیا۔

''ارے چھنو کی بہو پر آسیب کا بسیرا ہے۔ تو کیا پتہ کاویری پر بھی آسیب کا سایہ ہو۔'' دولہا کی ماں چھنو کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

نوجوان لڑکے مونی کو گھسیٹ کر اسی کمرے میں لے گئے۔ دولہا کی ماں نے اعلان کر دیا۔ ''اچھا ہوا یہ بھید پہلے کھل گیا، کسی بھی حالت میں یہ شادی نہیں ہو سکتی۔'' اور بارات واپس چلی گئی۔ بارات کے ساتھ آئے سبھی لوگ چلے گئے۔ صرف گاؤں کے لوگ وہاں موجود تھے۔ منوج سر تھامے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ چھنو زمین پر بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی۔ کاویری اپنے کمرے میں جا کر آنسو بہا رہی تھی ادھر بند کمرے میں مونی دروازے کو پیٹ رہی تھی۔

''چھنو حوصلہ کرو حوصلہ..... بس بھگوان نے تیری قسمت میں ایسا لکھا تھا۔'' ٹھاکر نے چھنو کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

''میرا تو سب کچھ تباہ ہو گیا ٹھاکر صاحب۔'' ''برسوں کی کمائی ہوئی عزت خاک میں ملا دی۔ اب کون کرے گا میری کاویری کے ساتھ شادی۔'' چھنو روتے ہوئے بولی۔

''دھیرج رکھو چھنو..... لیکن بہو کے ساتھ یہ سب کچھ کیسے ہوا..... تم نے تو کسی کو خبر بھی لگنے نہیں دی۔ اگر پہلے سے اپائے کیا ہوتا تو ایسا سنگین مسئلہ تو نہ بنتا۔'' ٹھاکر نے کہا۔ تو چھنو نے ساری کہانی ٹھاکر کو سنا دی۔

''اوہ..... اس درخت سے تو بابا جی نے بھی دور رہنے کے لئے کہا ہے۔'' ٹھاکر حیرانگی سے بولا۔ ''تو اپنی بہو کو بابا جی کے پاس لے جاتی۔''

''میں تو کافی روئی تھی اپنے اس بیٹے کے سامنے مگر یہ نہیں مانا۔ اسے تو یہ وشواس ہی نہیں ہوتا تھا کہ بہو پر آسیب کا سایہ ہے۔ ہم نے تو دل پر پتھر رکھ کر بہو کو زنجیروں کے ساتھ باندھا تھا۔ اگر منوج مان جاتا تو آج میری کاویری کے ساتھ یہ نہ ہوتا۔ آج اس کی وجہ سے میری بیٹی کی زندگی تباہ ہوئی ہے۔ کہتا ہے وہ مسلمان ہے لیکن یہ بیوقوف تو جانتا ہی نہیں کہ وہ کتنی مہان ہستی ہیں بھگوان نے گاؤں کو ان کی شکل میں ایک تحفہ دیا ہے۔'' چھنو روئے جا رہی تھی۔

''چنتا مت کر چھنو بھگوان تیری بیٹی کا بھلا ہی کرے گا۔ میں تیرے بیٹے کو سمجھاتا ہوں۔'' اتنا کہہ کر ٹھاکر منوج کی طرف بڑھا۔

''آیئے ٹھاکر صاحب بیٹھئے۔'' منوج اٹھتے ہوئے پاس پڑی کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ٹھاکر مسکرایا اور بیٹھا۔ ''تم بھی بیٹھو بیٹا۔'' ٹھاکر نے کہا تو منوج کرسی پر بیٹھ گیا۔

''بیٹا تمہاری پتنی کو رات سے یہ مسئلہ ہے۔ تمہیں چاہئے تھا اپنی ماتا کی بات مان کر اپنی پتنی کو بابا جی کے پاس لے جاتے۔ بیٹا بابا جی مسلمان ہیں۔ لیکن وہ تو مسلمان ہندو سکھ عیسائی سب کی مدد کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کسی کی مدد کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ اللہ بھی تو اپنے ہر بندے کی مدد کرتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اور ویسے بھی سب انسان بنے تو مٹی سے ہی ہیں۔'' ٹھاکر صاحب نے کہا۔

''لیکن ٹھاکر صاحب میرا دل نہیں مانتا کہ میں اس مسلمان بابا کے پاس جاؤں۔'' منوج نے کہا۔

''بیٹا تم میری بات مان کر تو دیکھو۔ پورا گاؤں ان کے پاس جاتا ہے۔ انہوں نے سب کا بھلا ہی کیا ہے۔ برا نہیں۔'' ٹھاکر نے منوج کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے ٹھاکر صاحب میں آپ کے کہنے پر چلا جاؤں گا۔'' منوج نے جواب دیا۔ ''شاباش بیٹا، میں ابھی بابا جی سے ملتا جاؤں گا۔ تم آج یا کل ان کے پاس ضرور جانا تمہاری پتنی بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔'' ٹھاکر نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ''اب میں چلتا ہوں۔'' ٹھاکر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

منوج اٹھا اور چھنو کی طرف بڑھا۔ ''ٹھیک ہے ماں ہم کل تیرے اس بابا کے پاس چلیں گے۔'' منوج نے کہا تو چھنو کے چہرے پر بشاشت آ گئی۔ اب منوج کاویری کے کمرے کی طرف بڑھا کاویری اندر گھٹنوں میں سر دیئے رو رہی تھی منوج آگے بڑھا اور چارپائی پر بیٹھ گیا۔ آہٹ پر کاویری چونکی۔

''بب..... بب..... بھیا آپ.....'' وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

''مجھے شما کر دینا۔ کاویری میں تیرا گناہ گار ہوں۔'' منوج بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''بھیا آپ بھابھی کو بابا جی کے پاس لے جائیں وہ پتہ نہیں کس تکلیف میں ہے۔'' کاویری روتے ہوئے بولی۔

''ٹھیک ہے کاویری میں صبح لے جاؤں گا۔ لیکن تو مجھے معاف کر دے کیونکہ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے۔'' منوج نے کاویری کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں بھیا آپ کی وجہ سے نہیں۔ بابا جی کہتے ہیں کہ اوپر والا انسان کی قسمت میں جو لکھتا ہے وہی ہوتا ہے اور واقعی یہ میری قسمت میں لکھا تھا۔ مجھے اس بات کا کوئی دکھ نہیں۔'' کاویری نے کہا تو منوج نے حیرانگی سے کاویری کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

ٹھاکر کی گاڑی بابا جی کی جھونپڑی کے سامنے رکی۔ ٹھاکر اور ٹھاکر کا بیٹا پرشاد نیچے اترے۔ ''باپو آپ کس لئے یہاں آئے ہیں۔'' پرشاد نے پوچھا۔

''بیٹا میں چھنو کی بہو کے سلسلے میں بابا جی سے ملنے آیا ہوں۔''

''تو آپ صبح بات کر لیتے۔ ابھی آپ وہیں سے تو آ رہے ہیں۔'' پرشاد نا خوشگوار لہجے میں بولا۔

''بیٹا بابا جی کہتے ہیں نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔'' اتنا کہہ کر ٹھاکر پردہ ہٹا کر جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ پرشاد نے ٹھٹک کر ٹھاکر کی آنکھوں میں حیرانگی سے دیکھا۔ سامنے ایک خوب صورت لڑکی گھڑے میں سے پانی ڈال رہی تھی پھر اس نے وہ گلاس بابا جی کو پکڑا دیا۔

''نمستے بابا جی.....'' ٹھاکر اور پرشاد بولے۔

بابا جی مسکرائے۔ ''بیٹھو۔'' دونوں بیٹھ گئے پرشاد کی نظریں اس لڑکی پر ٹکی ہوئی تھیں۔ جو نظریں جھکائے کونے میں بیٹھی تھی۔

''گستاخی معاف بابا جی۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں یہ لڑکی کون ہے۔'' ٹھاکر نے پوچھا۔

''یہ رحیم کی بیوی ہے فاطمہ۔'' بابا جی نے کہا۔

''اوہ تو رحیم نے شادی کر لی۔'' ٹھاکر نے حیرانگی سے پوچھا۔

''ہاں۔'' بابا جی نے مسکراتے ہوئے ہوئے کہا۔

''بڑی خوب صورت بیوی ڈھونڈی ہے رحیم نے۔'' ٹھاکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بیٹا چہرے یا جسم خوبصورت نہیں ہوتے اصل میں انسان کا دل خوب صورت ہونا چاہئے۔ یہ جسم یہ چہرے تو اصل میں کیڑے مکوڑوں کی خوراک ہے۔ رحیم کو اللہ نے نیک اور وفادار بیوی دی ہے۔'' بابا جی نے کہا۔

''ٹھیک کہتے ہیں آپ بابا جی۔'' ٹھاکر نے اثبات میں سر ہلایا۔ پرشاد کی نظروں کا دائرہ بار بار فاطمہ کی طرف تھا۔ ''اور سناؤ بیٹا تمہاری بیٹی کیسی ہے۔'' بابا جی نے پوچھا۔

''بھگوان کی کرپا سے بالکل ٹھیک ہے بابا جی۔ بابا جی بیٹی کے لئے ایک رشتہ آیا ہے لڑکا اچھا ہے۔'' ٹھاکر نے کہا۔ ''بیٹا تم ہاں کر دو کیونکہ تمہارے گھر میں بیٹی کے رہنے کا وقت پورا ہو گیا ہے۔ اللہ نے تیری عزت کا ذریعہ بیٹی کو بنایا ہے۔ تیری عزت ہمیشہ اسی کی وجہ سے قائم رہے گی.....'' بابا جی نے کہا۔

''جب سے بابا جی بیٹی نے میرے گھر میں جنم لیا ہے بھگوان نے مجھ پر بہت کرپا کی ہے ہر کام میرا اچھا ہو رہا ہے۔'' ٹھاکر نے کہا۔

''اچھا اب یہ بتاؤ کہ تم یہاں کس کام کی وجہ سے آئے ہو۔'' بابا جی نے پوچھا۔

''بابا جی چھنو کی بہو پر آسیب کا اثر ہو گیا ہے اسی کی وجہ سے آج اس کی بیٹی کاویری کی بارات واپس بھی چلی گئی۔ آپ کوئی دعا کیجئے تاکہ وہ آسیب ہٹ جائے۔''

ٹھاکر نے وجہ بتائی۔ بابا جی کچھ نہ بولے اور آنکھیں بند کر کے اللہ ہو اللہ ہو کرنے لگے۔ ٹھاکر اٹھا۔ ''چلو بیٹا بابا جی کے ذکر کا وقت ہو گیا ہے۔'' ٹھاکر نے کہا تو پرشاد اثبات میں سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ جھونپڑی سے باہر نکلتے وقت اس نے ایک گہری نظر فاطمہ پر ڈالی تھی۔

گاڑی اب ٹھاکر کے گھر کی طرف جا رہی تھی۔ ''بابو مجھے یہیں ڈیرے پر اتار دیجئے۔'' پرشاد نے اچانک کہا تو ٹھاکر نے اثبات میں سر ہلا کر ڈرائیور کو اشارہ کیا اور ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔ ڈرائیور نے نیچے اتر کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور پرشاد گاڑی سے اتر کر کھیتوں میں پڑی پگڈنڈی پر چلنے لگا۔ وہ اپنے ڈیرے پر پہنچا اور باہر درخت کے نیچے بنی چارپائی پر بیٹھ کر تکیہ سے ٹیک لگائی۔ اس نے سامنے پڑی حقے کی نالی کو ہونٹوں سے لگا لیا۔ فاطمہ اس کے ذہن پر چھائی ہوئی تھی۔ اس کے ذہن میں عجیب عجیب خیال آ رہے تھے۔ اسی وقت اس کا

دوست موہن آن دھمکا۔

"کیا حال ہیں پرشاد۔" موہن نے پرشاد کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہوں یار۔" پرشاد نے منہ سے دھواں خارج کرتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے؟ لگتا ہے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے۔" موہن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یار تو یہ بتا تو صبح اس ڈھونگی بابا کے پاس گیا تھا۔" پرشاد نے کہا۔

"دیکھ پرشاد تو بابا جی کو ایسے مت بولا کر۔" موہن منہ بناتے ہوئے بولا۔

"اچھا نہیں بولتا تو یہ بتا کہ گیا تھا یا نہیں پرشاد نے کہا۔

"ہاں گیا تھا۔" موہن نے کہا۔

"پھر تو نے وہاں کچھ دیکھا۔" پرشاد نے مسکراتے ہوئے موہن کی طرف دیکھا۔

"ہاں وہاں ایک لڑکی تھی پروہ تو رحیم کی پتنی ہے۔" موہن نے کہا۔

"میرا اس لڑکی پر دل آ گیا ہے۔" پرشاد نے کہا تو موہن نے حیرانگی سے دیکھا۔

"پاگل تو نہیں ہو گیا تو، وہ رحیم کی پتنی ہے اور ویسے بھی تیرا دل تو ہر خوب صورت لڑکی پر آ جاتا ہے۔ آج تک تو نے پتہ نہیں کتنی لڑکیوں کی عزت خراب کی ہے۔" موہن نے کہا۔ "تو اس لڑکی کو بھی ایسے ہی استعمال کر کے چھوڑ دوں گا۔" پرشاد نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیا!!!" موہن حیرانگی سے چلایا۔ "ارے اس میں چلانے جیسی کیا بات ہے۔" پرشاد نے کہا۔

"ارے وہ رحیم کی پتنی ہے اور بابا جی کے پاس رہتی ہے اور تو جانتا ہے بابا جی کیا چیز ہیں۔" موہن نے کہا۔

"کچھ نہیں ہے وہ ڈھونگی بابا اگر اس نے مداخلت کی تو پستول کی گولیاں اس کے جسم میں اتار دیں گے۔" پرشاد نے کہا۔

"کیا کہہ رہا ہے تو بابا جی کو گولیاں مارے گا تو۔" موہن حیرانگی سے بولا۔

"ہاں اس طرح اس ڈھونگی بابا سے نجات مل جائے گی۔ سارے گاؤں کو اس نے اپنے مذہب کی طرف گھیر لیا ہے۔ ہر بندہ اس کے گن گاتا ہے مجھے تو اس بابا سے نفرت ہے۔" پرشاد زہریلے لہجے میں بولا۔

"بابا جی کوئی ڈھونگی نہیں ہیں تم اپنی آنکھوں سے ان کی شکتیاں دیکھ تو چکے ہو اور آج تک کبھی بھی انہوں نے گاؤں کے کسی بھی فرد کو نقصان نہیں پہنچایا، فائدہ ہی دیا ہے۔" موہن نے کہا۔

"مجھے تو یہ کوئی چھوٹا موٹا جادوگر لگتا ہے جو چھوٹی چھوٹی شکتیاں دکھا کر گاؤں کے لوگوں کو مسلمان بناتا جا رہا ہے۔" پرشاد نے کہا۔

"اگر وہ جادوگر ہوتے تو اب تک سارے گاؤں کا خون چوس گئے ہوتے۔ لیکن وہ اس گاؤں میں 15 سالوں سے رہ رہے ہیں۔ آج تک کسی نے بھی نہیں کہا کہ انہوں نے کسی کو نقصان پہنچایا ہے۔ انہیں روٹی کی طلب ہے نہ پانی کی بس آنکھیں بند کیے اللہ ہو اللہ ہو پڑھتے رہتے ہیں۔" موہن نے کہا۔

"چھوڑ اس موضوع کو....." پرشاد نے موہن کو خاموش کر دیا۔

"اگر بابا جی کو غصہ آ گیا تو ہم بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔" موہن نے کہا۔

"میں اس لڑکی کو ضرور اٹھا کر لاؤں گا۔ چاہے کچھ ہو جائے۔" پرشاد ضدی لہجے میں بولا۔

"اگر ٹھاکر صاحب کو پتہ چل گیا تو۔" موہن نے کہا۔ "آج تک پتہ چلا ہے کبھی انہیں۔" پرشاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" موہن نے کہا۔

"تو ڈر مت سارا کچھ میں ہی کروں گا۔ تو بس اس بابا کی جھونپڑی کے باہر کھڑے رہنا، دل خوش کہ کے اسے دوبارہ جھونپڑی میں چھوڑ آئیں گے یا مار ڈالیں گے۔" پرشاد نے کہا تو موہن نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"آج رات ہم اس لڑکی کو لے آئیں گے۔" پرشاد نے کہا لیکن موہن نے کوئی جواب نہ دیا وہ اٹھا اور ایک طرف بڑھ گیا۔

فاطمہ نے جھونپڑی کا پردہ ہٹا کر باہر جھانکا تو آسمان برسنے کے ارادے میں تھا۔ وہ پیچھے ہٹی اور گھڑے سے پانی بھر کر بابا جی کو دیا۔ "بابا جی لگتا ہے باہر بارش ہونے لگی ہے۔" فاطمہ نے کہا۔

"ہاں بیٹا اللہ کسی پر رحمت کی بارش کرنے لگا ہے۔" بابا جی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رحمت۔" فاطمہ حیرانگی سے بولی۔

"ہاں بیٹا یہ بارش رحمت کی ہے۔" بابا جی نے کہا۔

"بابا جی آپ لوگوں کی مدد کرتے ہیں چاہے وہ ہندو ہو، مسلم، سکھ یا عیسائی ایسا کیوں۔" فاطمہ نے پوچھا۔

"بیٹی ہر چیز اللہ کی بنائی ہوئی ہے انسان بھی اللہ ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ آج کل کے انسان بھٹکے ہوئے ہیں وہ مذہبوں کے نام پر قتل در قتل کر رہے ہیں۔ لیکن کسی کی یہ سوچ کر مدد نہیں کرنی چاہئے کہ وہ ہندو ہے یا مسلم، عیسائی ہے یا سکھ بلکہ یہ سوچ کر کرنی چاہئے کہ وہ شخص تکلیف میں ہے کسی کی تکلیف دور کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے بیٹی۔" بابا جی نے کہا تو فاطمہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بیٹی اب میں ذکر کرنے لگا ہوں تم ایسا کرو اس چٹائی پر لیٹ جاؤ۔" بابا جی نے کہا تو فاطمہ اثبات میں سر ہلا کر چٹائی پر لیٹ گئی۔ بابا جی نے ایک گہری نظر فاطمہ پر ڈالی اور پھر کچھ پڑھ کر فاطمہ پر پھونک ماری اور آنکھیں بند کر کے ذکر میں مصروف ہو گئے۔

رات اپنا سفر کافی تیزی سے طے کر رہی تھی۔ باہر بارش کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا۔ پرشاد اور موہن بابا جی کی جھونپڑی کے پاس پہنچے۔ "تو پھر چلیں اندر....." پرشاد نے موہن کی طرف دیکھا۔ دونوں نے رومالوں سے اپنے اپنے چہروں کو ڈھانپ رکھا تھا۔

"نا بابا میں تو اندر نہیں جاؤں گا۔" موہن نے گھبراتے ہوئے کہا۔

"ارے تو کیوں ڈر رہا ہے، کچھ نہیں کر سکتا یہ ڈھونگی بابا۔" پرشاد نے کہا۔

"دیکھ پرشاد تیرے اصرار پر میں یہاں آ تو گیا ہوں۔ مگر اس سے آگے میں کچھ نہیں کروں گا۔" موہن مضبوط لہجے میں بولا۔

"تو ٹھیک ہے پھر تو یہیں ٹھہر، میں اس چنبیلی کو اٹھا کر لاتا ہوں۔" پرشاد اتنا کہہ کر جھونپڑی کے پردے کی طرف بڑھا تو موہن نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"اب کیا ہے؟"

پرشاد واپس مڑا۔ "ایسا نہ کر یار، مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ بہت برا ہونے والا ہے۔" موہن نے کہا، اسی وقت بجلی بہت زور سے چمکی۔ "موہن تو چنتا نہ کر میں یوں گیا اور یوں آیا۔" اتنا کہہ کر پرشاد تیزی سے جھونپڑی کا پردہ ہٹا کر جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔

بارش کافی تیز ہوتی جا رہی تھی۔ پرشاد نے دیکھا بابا جی آنکھیں بند کیے "اللہ ہو اللہ ہو" کر رہے تھے اور فاطمہ چٹائی پر لیٹی گہری نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ پرشاد آگے بڑھا اور فاطمہ کے پاس جا کر بیٹھ گیا، اس نے فاطمہ کے منہ پر ہاتھ رکھا تو فاطمہ نے تیزی سے آنکھیں کھول دیں، اس طرح اپنے سامنے نقاب پوش دیکھ کر چیخنا چاہا لیکن پرشاد کے ہاتھ نے اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا۔ فاطمہ نے دونوں ہاتھ پرشاد کے ہاتھ پر جما دیئے اور اپنے منہ سے اس کا ہاتھ ہٹانے میں کامیاب ہو گئی۔

"ب..... بابا جی۔" وہ چیخی لیکن بابا جی اپنے ذکر میں مصروف تھے، پرشاد نے دوبارہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور جیب سے ریوالور نکال کر پہلے اس کا رخ بابا جی کی طرف کیا۔ بابا جی اپنے ذکر میں ہی مصروف رہے، پھر پرشاد نے ریوالور کا رخ فاطمہ کی طرف کر دیا..... "چپ رہو ورنہ تمہیں اور بابا جی کو بھی گولی مار دوں گا۔" پرشاد سخت سرگوشیانہ لہجے میں بولا۔ اور ریوالور کا دستہ فاطمہ کے سر پر دے مارا، فاطمہ کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ پرشاد نے اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر لاد لیا اور بابا جی پر ایک بار پھر نظر ڈالی۔ بابا جی اسی طرح اپنے ذکر میں مصروف تھے۔ پرشاد پردہ ہٹا کر جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ موہن تیزی سے پرشاد کی طرف بڑھا۔ "دیکھ لے آیا میں اس کو۔" پرشاد نے مسکرا کر کہا۔ "اور..... اور بابا جی۔" موہن نے پوچھا۔ "بابا جی۔" پرشاد مسکرا دیا، اب اس نے اپنا رومال منہ پر سے اتار لیا تھا۔

"بڈھے نے تو ڈر کے مارے آنکھ ہی نہیں کھولی۔ بس اللہ ہو اللہ ہو کرتا رہا۔"

"انہوں نے کوئی مداخلت نہیں کی جب تم نے فاطمہ کو اٹھایا۔" موہن نے حیرانگی سے پوچھا۔

"میں نے تجھے بتایا ناں کہ وہ ڈر کے مارے آنکھیں بند کئے دبکا بیٹھا رہا۔" پرشاد نے کہا۔ "چل اب دیر نہ کر۔" دونوں ایک طرف چل دیئے۔

"حیرت ہے بابا جی نے تمہیں کچھ کہا تک نہیں۔" موہن واقعی حیران تھا۔

"میں نے کہا نا کہ وہ ایک ڈھونگی ہے۔ اگر اتنا ہی شکتی شالی ہوتا تو اس تتلی کو مجھ سے نہ بچالیتا، اس کی تمام باتیں ڈھونگ ہیں۔" پرشاد نے کہا۔

"بابا جی پاس تھے لیکن انہوں نے کچھ نہیں کہا۔" موہن کو اب بھی یقین نہ آرہا تھا۔

"ارے آنکھ کھول کر میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ لیا ہوگا سوچا ہوگا اگر مداخلت کی تو جان سے جاؤں گا اس لئے بس آنکھیں بند کئے "اللہ ہو اللہ ہو" کا ڈھونگ کرتا رہا۔ پرشاد نے ہنستے ہوئے کہا۔ اسی وقت فاطمہ کی آنکھ کھل گئی اس طرح یوں اپنے آپ کو کندھے پر لدا دیکھ کر وہ چیخنے چلانے لگی اور پرشاد کی کمر پر مکوں کی بارش کردی۔ تکلیف کے باعث پرشاد نے فاطمہ کو زمین پر پٹخ دیا۔

"حرام زادی....." پرشاد غصے کے باعث بولا۔

"دد..... دیکھو خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو۔" فاطمہ اٹھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔ "چھوڑ دیں گے پہلے جس کام سے لائے ہیں وہ تو پورا ہونے دے پھر جانے دیں گے۔" پرشاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو..... مم..... میری شادی ہوچکی ہے۔" فاطمہ بلکتے ہوئے بولی۔

"ارے اس رحیم سے..... وہ تو کبھی کبھار آتا ہے۔ اس ڈھونگی بابا کے پاس اور ویسے بھی میں رحیم سے زیادہ تم سے پریم کروں گا۔" پرشاد نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو میرے قریب مت آنا ورنہ۔" فاطمہ یکدم جلال میں آگئی۔

"ورنہ کیا۔" پرشاد نے ہنستے ہوئے کہا۔ موہن ایک طرف کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔

"ورنہ تم جل کر بھسم ہوجاؤ گے۔" فاطمہ پختہ یقین کے ساتھ بولی تو پرشاد یہ سن کر قہقہے لگانے لگا، پھر وہ آگے بڑھا، اسی وقت بجلی بڑے زوردار انداز میں چمکی جسے دیکھ کر موہن کانپ اٹھا۔

روشنی کی ایک تیز لہر آسمان کی طرف سے نکلی اور پرشاد پر گر پڑی، پرشاد کی چیخوں سے پورا ماحول لرز اٹھا۔ موہن نے بھی حیرت انگیز ناقابل فراموش منظر دیکھا۔ پرشاد کے جسم میں یکدم آگ بھڑک اٹھی اتنی تیز بارش میں آگ بجھنے کے بجائے مزید بڑھتی گئی۔ موہن تیزی سے ایک طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر میں وہاں پرشاد کا جسم راکھ کی صورت اختیار کرگیا۔ فاطمہ نے شکرانہ نظروں سے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر بابا جی کی جھونپڑی کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی، وہ جھونپڑی میں پہنچی تو بابا جی اسی طرح ذکر میں مصروف تھے۔ فاطمہ ایک طرف بیٹھی بابا جی پر نظریں جمائے لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

☆.....☆.....☆

تقریباً سارا گاؤں ٹھاکر کی حویلی میں جمع تھا۔ موہن نے رات کے سے ٹھاکر کو ساری حقیقت سے آگاہ کردیا تھا۔ چھنو اس وقت بابا جی کی جھونپڑی میں موجود تھی۔ مونی کی حالت بہت خراب تھی۔ فاطمہ اور کاویری اسے بار بار سنبھال رہی تھیں۔ ایک طرف منوج پریشانی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا وہ اور چھنو بابا جی کی طرف دیکھ رہے تھے بابا جی آنکھیں بند کئے ذکر میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر راکیش اندر داخل ہوا اور بابا جی کو آنکھیں بند کئے دیکھ کر ایک سائیڈ پر بیٹھ گیا۔

"اللہ ہو..... اللہ ہو۔" بابا جی کے منہ سے یہ الفاظ بڑی تیزی سے نکل رہے تھے۔ جھونپڑی کا پردہ ایک بار پھر ہٹا ایک عورت اور ایک مرد اندر داخل ہوئے۔ عورت نے گود میں ایک خوب صورت بچہ اٹھایا ہوا تھا وہ بھی بابا جی کو ذکر میں مصروف دیکھ کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد بابا جی نے آنکھیں کھولیں اور اس عورت کی طرف دیکھا جس کی گود میں بچہ تھا۔ وہ عورت روپا تھی وہ اور اس کا شوہر تیزی سے بابا جی کی طرف بڑھے۔ "نمستے بابا جی۔" دونوں بیک زبان ہوکر بولے۔

بابا جی نے روپا کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔

"بابا جی میں پہلے آپ کے پاس تب آئی تھی جب میں ہندو تھی اور اب میں اور میرا خاندان مسلمان ہیں میں نے

آپ سے کہا تھا کہ میری ساس کہتی ہے کہ میرا بچہ پیدا ہو اور آپ نے مجھے تعویذ دیئے تھے۔ میں ساس، سسر اور اپنے شوہر سے چھپ کر کمرے میں نماز پڑھتی تھی اب میری ساس اور سسر کا رویہ میرے ساتھ ٹھیک ہے جب میں شوہر کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس گئی تو اس نے خوشخبری دی کہ میں امید سے ہوں۔ آپ کی دعا سے اللہ نے نوازا ہے میں اور میرے شوہر اکرم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنا شفقت بھرا ہاتھ ہمارے بیٹے کے سر پر رکھ دیں تاکہ بڑا ہوکر یہ بھی آپ کی طرح لوگوں کو اسلام کی دعوت دے۔" یہاں تک کہہ کر روپا (جو کہ اب زینب تھی) خاموش ہوگئی۔

بابا جی کے چہرے پر ایک عجیب سی خوشی کی چمک تھی۔ بابا جی نے بچے کے سر پر ہاتھ رکھا اور آنکھیں بند کرکے کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری زینب اور اس کا شوہر اٹھ کر باہر چلے گئے اب کی بار چھنو بابا کی طرف بڑھی۔

"بابا جی ہم کل سے کافی پریشان ہیں میری بہو مونی پر درخت والے آسیب نے بسیرہ کرلیا ہے اسی کارن کل میری بیٹی کاویری کی بارات بھی واپس چلی گئی۔" "کک..... کچھ..... کچھ کیجئے بابا۔" چھنو روتے ہوئے بولی۔

"پریشانیاں انسان کی اپنی پیدا کی ہوئی ہوتی ہیں حالانکہ تمہاری بہو کو منع بھی کیا گیا تھا اس درخت کے نیچے نہ جائے مگر وہ نہ مانی۔" بابا جی نے کہا تو چھنو اور منوج حیران رہ گئے۔ وہ اس بات پر حیران تھے کہ بابا جی کو کیسے پتہ چلا کہ کملا نے مونی کو درخت کے نیچے جانے سے منع کیا تھا۔

"چھوڑو مجھے ورنہ میں سب کو مار ڈالوں گی۔" مونی کاویری اور فاطمہ کے ہاتھوں میں مچلتے ہوئے بولی۔

"چھوڑ دو تم اسے۔" بابا جی نے فاطمہ اور کاویری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ دونوں نے مونی کو چھوڑا اور ایک طرف جاکر بیٹھ گئیں، انسپکٹر راکیش بھی حیرانگی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ بابا جی نے کچھ پڑھ کر مونی پر پھونک ماری مونی یکدم بے ہوش ہوگئی پھر مونی کے اردگرد تیزی سے دھواں پھیلنا شروع ہوگیا جب دھواں چھٹا تو چھنو کاویری اور فاطمہ کی چیخیں نکل گئیں انسپکٹر راکیش اور منوج کے دل بھی خوف کی وجہ سے دھک دھک کرنے لگے تھے۔

سامنے ایک خوفناک شکل کا لمبا تڑنگا آدمی کھڑا تھا اس کے لمبے لمبے بال بڑی بڑی اور ٹیڑی میڑھی آنکھیں پورے جسم اور چہرے پر بے تحاشہ بال۔ "چھوڑ دو اس جسم کو اور واپس اپنے ٹھکانے سے دور کہیں چلے جاؤ۔" بابا جی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن بابا جی جب سے آپ اس گاؤں میں آئے ہیں ہم نے لوگوں کو تنگ کرنا چھوڑ دیا ہے کبھی بلاوجہ کسی پر سوار نہیں ہوئے۔ لیکن یہ لڑکی دوسری لڑکی کے منع کرنے کے باوجود اس درخت کے نیچے آئی، میں نے صرف اسے سزا دینے کے لئے اس کے جسم میں بسیرا کیا ہے۔" آدمی بابا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا جو دراصل اس درخت کا آسیب تھا۔

"اب تم اسے چھوڑ دو اسے اس کی غلطی کی سزا مل چکی ہے اور یہ میرا حکم ہے کہ اب کہیں بہت دور کسی اور ٹھکانے پر چلے جاؤ کیونکہ گاؤں میں اس درخت پر تمہارا رہنا ٹھیک نہیں، کسی نہ کسی سے غلطی تو ہوتی رہے گی چلے جاؤ، ورنہ تمہیں جلا کر راکھ کردوں گا۔"

"مم..... مم..... میں کہاں ہوں۔" مونی ہوش میں آتے ہوئے بولی۔

"بیٹی تم اس سے بابا جی کی جھونپڑی میں موجود ہو۔" چھنو نے پیار سے مونی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو مونی نے حیرانگی سے بابا جی کی طرف دیکھا اور پھر دیکھتی ہی رہ گئی۔ ایک عجیب سی کشش تھی بابا جی میں۔

بابا جی کے پاس انسپکٹر راکیش جاکر بیٹھ چکا تھا منوج بت بنا بابا جی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"آؤ بیٹا کیسے آنا ہوا۔" بابا جی نے انسپکٹر راکیش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس بابا جی آپ سے ملنے آیا تھا..... دل نے کہا کہ آپ کے پاس چلوں سو چلا آیا..... بابا جی اس دن کی باتوں نے مجھے بہت متاثر کیا میں گھر پہنچا تو کافی دیر ان باتوں کو سوچتا رہا میں نے اپنی بیوی کو آپ کی کہی ہوئی ساری باتیں بتائیں تو وہ بھی بہت متاثر ہوئی خیر ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر راکیش رک گیا۔

"ماشاء اللہ..... سبحان اللہ..... الحمد اللہ....." خوشی کے مارے بابا جی کے منہ سے یہ تین الفاظ نکلے۔

"میں نے اپنا نام ہاشم، اپنی بیوی کا نام زلیخا اور

بچے کا نام علی رکھا ہے میرا اب قیدیوں کے ساتھ بھی سلوک بہتر ہوتا جارہا ہے میں نے اپنے عملے اور قیدیوں کو بھی اسلام کا درس دینا شروع کردیا ہے۔آج میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں کیونکہ آپ ہی وہ عظیم انسان ہیں جنہوں نے مجھے سیدھا راستہ دکھایا آپ اس گاؤں کے لئے عظیم تحفہ ہیں..... انسپکٹر ہاشم روانی کے عالم میں بولتا ہی چلا گیا۔

''بیٹا عظیم میں نہیں..... عظیم اللہ کی ذات ہے میں تو خود گناہ گار ہوں، اللہ سے اپنی غلطیوں، کوتاہیوں کی معافیاں مانگتا ہوں، اللہ توبہ کرنے والوں کو معاف کردیتا ہے اور قلبی سکون عطا کرتا ہے۔'' بابا جی نے کہا۔

''منوج پتر گھر چلیں۔'' چھنو نے منوج کو کندھے سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''آں..... منوج چونکا.....

وہ اٹھا اور بابا جی کے قریب آیا اور بولا۔ ''بابا جی بچپن سے لے کر آج تک میں مسلمانوں سے بہت نفرت کرتا آیا ہوں ہمارے پرکھوں نے مسلمانوں کے لئے ایک آگ سی ہمارے دل میں بھر رکھی تھی لیکن بابا جی میں غلط تھا آج میں نے دیکھا مسلمان کتنے مہان ہوتے ہیں بنا کسی مطلب کے وہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں وہ لوگ چاہے کسی بھی دھرم سے تعلق رکھتے ہوں..... میں..... میں آپ کے مذہب اسلام میں آنا چاہتا ہوں۔ بابا جی۔'' اور یہ دیکھ کر مونی بھی شوہر کی خوشی میں خوش ہوگئی۔

''شاباش بیٹا، تم نے بالکل صحیح فیصلہ کیا ہے میں تو کب سے مسلمان ہونا چاہتی تھی۔ صرف تیری وجہ سے میں کوئی قدم نہ اٹھا سکی۔'' چھنو نے کہا۔

''اچھا بابا جی اب میں چلتا ہوں.....'' انسپکٹر ہاشم نے کہا اور اٹھ کر سلام کرنے کے بعد جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد جھونپڑی کا پردہ ہٹا اور ٹھاکر اندر داخل ہوا۔ ''نمستے بابا جی۔'' ٹھاکر بجھے بجھے انداز میں بولا۔

''بابا جی میں اپنے بیٹے کی وجہ سے آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں اس نے رات بہت گھناؤنی حرکت کی اور..... اور اسے اس کی بھیانک سزا بھی ملی۔'' ٹھاکر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جو وہ بوتا ہے اگر تم اپنے بیٹے کی پرورش اچھے طریقے سے کرتے تو شاید رات میں یہ سب کچھ نہ ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے سزا تھی۔'' بابا جی نے کہا۔

''مجھے معاف کردیجئے بابا جی واقعی اگر میں اس کی پرورش اچھے طریقے سے کرتا تو شاید یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ اکلوتا ہونے کی وجہ سے میں نے اس کی ہر اچھا پوری کی لیکن..... لیکن مجھے بالکل بھی افسوس نہیں ہے کیونکہ وہ انسان کی شکل میں ایک شیطان تھا مجھے کوئی افسوس نہیں ہے بابا جی۔'' ٹھاکر نے کہا۔ ''بیٹی بھی اسے سمجھاتی رہی لیکن وہ اس کی باتوں کو بھی نظر انداز کرتا رہا آج جب وہ مرا ہے تو سب سے زیادہ دکھ بھی اسی کو ہے۔''

''انسان مٹی کا پتلا ہے، جب روح جسم چھوڑ دیتی ہے تو یہ جسم گل سڑ کر مٹی بن جاتا ہے۔ اس جسم کو کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں، انسان کی حیثیت کیا ہے۔ اچھا انسان وہ ہے جس کا عمل اور کردار اچھا ہے، انسان کی ذات سے کسی بھی انسان کو دکھ نہیں پہنچنا چاہئے اور جو ایسا کرتا ہے وہی اللہ کے نزدیک عظیم ہے۔''

''بابا جی میں بھی ایک سچا مسلمان بننا چاہتا ہوں۔'' ٹھاکر نے کہا۔ ''ماشاء اللہ..... سبحان اللہ..... الحمد اللہ۔'' خوشی کے مارے بابا جی کے منہ سے یہ تین الفاظ نکلے۔ ''یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔''

چند دنوں بعد ٹھاکر نے رحیم کے لئے الگ ایک چھوٹا سا خوب صورت مکان بنوادیا۔ گاؤں کے سارے لوگ آپس میں پیار و محبت سے رہنے لگے۔ کسی کو کسی سے کوئی شکایت نہیں تھی۔

اچانک ایک دن شام کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ ایک دودھیا قسم کی روشنی پورے گاؤں پر چھا گئی، لوگ حیران ہوئے مگر کچھ نہ سمجھتے ہوئے خاموش ہوگئے۔ جب صبح کے وقت کچھ لوگ روزانہ کی طرح بابا جی کی جھونپڑی میں گئے تو بابا جی جھونپڑی میں موجود نہیں تھے۔ لوگوں نے بہت انتظار کیا..... ہر طرف دیکھا مگر بابا جی نہیں ملے، گاؤں کے سارے لوگ اسے مصلحت خداوندی سمجھ کر خاموش ہوگئے، سب کی زبان پر یہی تھا۔ ''اللہ کا بھید اللہ ہی جانے۔''